جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ / جون ۲۰۰۹ء



بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست



کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمان اہل سنت رحمہ اللہ کی رحلت

موت ایک اٹل حقیقت ہے، یہاں جو بھی آیا ہے جانے کیلئے آیا ہے، اس لئے اپنا اپنا مقررہ وقت پورا کر کے ہر ایک نے یہاں سے جانا ہے، لیکن کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے جانے سے پورا جہاں تاریک ہو جاتا ہے اور ان کی موت پورے جہاں کی موت کہلاتی ہے ۔

وماكان قيس هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

انہیں چیدہ اور برگزیدہ ہستیوں میں سے ہمارے مخدوم بزرگ ترجمان اہل سنت، محقق محدث، مفسر و متکلم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ بھی تھے، جنہوں نے ایک طویل عرصہ علالت کے بعد ۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۴/مئی ۲۰۰۹ء کو اٹھانوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔حق تعالیٰ حضرت شیخ کے درجات بلند فرماویں اور ان کے ہزاروں پسماندگان بلکہ لاکھوں متوسلین کو صبر واجر سے مشرف فرما کر ان کے مشن کو زندہ رکھنے بلکہ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں آمین ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ جناب نوراحمد خان ولد گل احمد خان مرحوم سواتی کے ہاں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑ سنگ بالا سابق ڈاکخانہ ٹبل علاقہ کونش تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں آج سے اٹھانوے سال قبل ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، آپ کی حقیقی والدہ ماجدہ ۱۹۲۰ء میں انتقال کر گئی تھیں اس لئے آپ کا بچپن سوتیلی والدہ کی گود میں گذرا، والد ماجد نیک اور صالح سادہ طبیعت انسان تھے، گو وہ عالم نہ تھے مگر انہیں حضرت شیخ اور صوفی عبدالحمید صاحب سواتی رحمہ اللہ کی تعلیم کا بڑا فکر تھا اس لئے انہوں نے اس پر خاص توجہ دی اور اپنے ان دونوں لخت جگروں کی ظاہری جدائی بھی برداشت کی تا کہ یہ حضرات دینی تعلیم حاصل کر کے عالم فاضل بن جائیں، ان کی یہ خواہش اگر چہ ان کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی کیونکہ ۱۹۳۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا جبکہ دادا

محترم بھی ان کے ایک سال بعد ۱۹۳۱ء میں انتقال کر گئے، لیکن چونکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور تمام تر نامساعد حالات کے باوجود دونوں بھائی خوب محنت سے تعلیم حاصل کرتے رہے، بالآخر والد محترم مرحوم کی تمنا پوری ہوئی اور دونوں حضرات جید عالم دین بن کر دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر ان کیلئے بہترین صدقہ جاریہ بن گئے۔

حضرت شیخ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی پھر مختلف مقامات پر پڑھا اور ۱۹۳۷ء میں جہانیاں منڈی میں داخلہ لے کر عبدالغفور رحمہ اللہ، مسلم الثبوت اور مختصر المعانی وغیرہ پڑھی پھر تین سال مدرسہ انوار العلوم گجرانوالہ میں موقوف علیہ تک تمام کتابیں ہدایہ اولین اخیرین، توضیح تلویح، بیضاوی، تصریح، اقلیدس، صدرا، قاضی مبارک، شمس بازغہ، شرح نخبۃ الفکر اور مشکوۃ شریف، مطول، سراجی وغیرہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں۔

۱۹۴۱ء میں دونوں بھائی ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، وہاں بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، مسلم شریف حضرت بلیاوی، ابوداؤد شریف حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور دیگر کتب دیگر اساتذہ کرام سے۔ اس سال دارالعلوم کا سالانہ امتحان چونکہ بعض وجوہ سے نہیں ہو سکا تھا اس لئے بغیر امتحان دیئے آپ واپس تشریف لے آئے اور پھر جب مدرسہ انوار العلوم گجرانوالہ میں بطور مدرس آپ کا تقرر ہو گیا تو امتحان کیلئے آپ مع حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور امتحان میں کامیابی پر آپ کو سند بھی جاری کر دی گئی۔

۹/جون ۱۹۴۳ء سے آپ نے گکھڑ میں درس اور جمعہ کی خدمات کا آغاز فرمایا اور شوال المکرم ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں آپ کا جامعہ نصرۃ العلوم میں تقرر ہوا عرصہ دراز تک بخاری شریف وغیرہ اور دورہ تفسیر میں ہر سال مختصر تفسیر مع ترجمہ آپ پڑھاتے رہے، گورنمنٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ گکھڑ میں ۱۹۴۳ء سے ہی آپ قرآن پاک کا درس بھی دیتے رہے، درس وتدریس کا یہ سلسلہ ۲۰۰۱ء تک جاری رہا اور آپ بڑی محنت ومجاہدہ سے یہ ساری خدمات سرانجام دیتے

رہے، ۲۰۰۱ء میں آپ کو اپنی علالت کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ مجبوراً بند کرنا پڑا۔

آپ کی دینی خدمات کا عرصہ تقریباً پون صدی پر محیط ہے جو بلاشبہ ہمارے مدارس کی تاریخ میں ایک غیر معمولی عرصہ ہے، اس ستر سالہ عرصہ میں حضرت شیخؒ کے تلامذہ اور آپ سے براہ راست استفادہ کرنے والوں کی تعداد یقیناً ہزاروں میں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس وتدریس کے ملکہ کے ساتھ انداز بیان ایسا شستہ اور پاکیزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ سبق اور تقریر کو سامع کے دل میں اتار دیتے تھے، مشکل سے مشکل مباحث کو آسان انداز میں سمجھا دینے پر آپ کو بڑی قدرت اور مہارت تامہ تھی، یہی اسلوب آپ کی تالیفات اور تصنیفات کا بھی ہے، مختلف موضوعات پر آپ کی گرانقدر تالیفات ایک عظیم علمی سرمایہ ہیں جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا، اپنے مدعا کے اثبات پر دلائل کے انبار لگا دیئے، مخالفین کے مستدلات کا رد آپ نے ایسے جامع اور مسکت انداز سے فرمایا کہ دوبارہ انہیں قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے زبان وقلم دونوں میں آپ کو بڑی قوت، طاقت اور شوکت عطا فرمائی تھی، احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے آپ نے ان دونوں نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا، جزاھم اللّٰہ تعالٰی خیر الجزاء۔

حضرت شیخؒ کو مسلک حق اہل سنت والجماعت کے دفاع اور تحفظ کا ہمیشہ بڑا ہی خیال رہا، مسلک ومشرب کے دفاع اور تحفظ کیلئے آپ کی علمی خدمات اور گراں قدر تالیفات علماء دیوبند کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائیگا آپ کی تصانیف اور بیانات اس کے گواہ ہیں، اور اس موضوع پر آپ کی خدمات کی وجہ سے ہی بجا طور پر آپ کو اہل سنت والجماعت کا امام اور ترجمان کہا جاتا ہے، فرق باطلہ ضالہ کی تردید اور مخالفین اسلام کے رد میں آپ کے مضامین، کتب اور رسائل اسی جذبہ اور فکر کا نتیجہ ہیں، اس سلسلہ میں راہِ سنت، تسکین الصدور، الشہاب المبین، عبارات اکابر، تبرید النواظر، ازالۃ الریب، عیسائیت کا پس منظر، دل کا سرور، عمدۃ الاثاث، انکار حدیث کے نتائج، مسئلہ سماع موتی، تنقید متین، احسن الکلام، مسئلہ ختم نبوت، بانی دارالعلوم دیوبند وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ولائق مطالعہ ہیں، آپ کی تالیفات کی عمدگی، پسندیدگی، مقبولیت اور ثقاہت اس سے واضح ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام نے ان کو بے حد سراہا اور ان کی بڑی ہی

تعریف کی ہے اور آپ کی مدح میں بھی بہت جاندار وشاندار کلمات تحریر فرمائے ہیں۔

شعبان المعظم ورمضان المبارک میں آپ نے سالہا سال دورہ تفسیر کے نام پر قرآن کریم کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کے ذریعہ سے مسلک کی جو خدمت کی ہے اس کی افادیت، اہمیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، دورہ تفسیر کے نام سے بعض علماء حضرات جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے تھے علماء دیوبند کی تحقیقات اور مسلک سے ہٹ کر دیوبندیت کے نام پر اپنا مسلک پیش کر رہے تھے اور بہت سے مقام پر قرآن کریم کی نئی تفسیر کو علماء وطلباء کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا، حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورہ تفسیر سے اس فتنہ کا مؤثر سدباب ہوا اور طلبہ وعلماء کے سامنے مسلک اہل سنت والجماعت کے عین مطابق وموافق قرآن کریم کی صحیح تفسیر وتعبیر سامنے آئی اور یوں وہ گمراہی کا شکار ہونے سے بچ گئے فللّٰہ الشکر ولہ الحمد وللّٰہ در الشیخ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ۔

بنیادی طور پر آپ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ اور تحقیق وتدقیق کے آدمی تھے آپ نے اس میدان میں زندگی کا ایک طویل حصہ گزارا ہے لیکن ضرورت کے موقع پر آپ سیاست اور ملکی تحاریک میں بھی بھرپور حصہ لیتے اور وہاں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے قائدانہ کردار ادا فرماتے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۵۳ء میں جو تحریک چلائی گئی تھی آپ نے اس میں بڑا نمایاں حصہ لیا اور نو ماہ تک پس دیوار زنداں بھی رہے اسی طرح ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پر جو تحریک چلی اس میں بھی آپ نے پورا پورا تعاون فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو ظاہری علوم وفیوض سے نوازا تھا وہیں باطنی اور روحانی علوم وبرکات سے بھی آپ خوب مالا مال تھے، اگر ظاہری علوم میں مہارت وپختگی، مسلکی تصلب، جید استعداد، ٹھوس ومضبوط علم، تحقیق وتدقیق جیسی نعمتیں آپ کے پاس تھیں تو باطنی طور پر تواضع خشیت، اخلاق حسنہ، تقویٰ وطہارت، خوف خدا، للّٰہیت، عاجزی جیسے اوصاف جمیلہ سے بھی آپ پورے طور پر متصف تھے، سلسلہ نقشبندیہ میں آپ باقاعدہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ اور احقر کے والد ماجد قدس سرہ دونوں ہی جید عالم دین، بالغ نظر،

اور محقق تھے، حضرت شیخ کی علمی تالیفات شائع ہو کر خواص وعوام تک پہنچ چکی تھیں، حضرات علماء کرام بھی ان سے برابر مستفید ہو رہے تھے، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو حضرت شیخ کی تحقیق پر بہت اعتماد تھا چنانچہ آپ اپنی کتابوں میں جہاں بہت سے اکابر کا حوالہ دیتے وہیں حضرت شیخ کی کتابوں کا حوالہ بھی دیتے تھے اور دینی و مسلکی خدمات کی بناپر حضرت کو اہل سنت والجماعت کا ترجمان سمجھتے تھے بعض مسائل پر خط و کتابت کی نوبت بھی آجاتی تھی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے کئی مرتبہ حضرت شیخ کو اپنے جامعہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت بھی دی لیکن حضرت شیخ رحمہ اللہ دورہ تفسیر کی مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ پر اعتماد فرماتے تھے اور علماء دیوبند کے مسلک و مشرب کے حوالہ سے انہیں جن چند شخصیات پر اعتماد تھا ان میں ایک نام حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا بھی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ دار العلوم کراچی تشریف لے گئے تو وہاں اس بات کا ذکر آیا کہ آج کل طلبہ تو طلبہ بعض علماء کرام کو بھی صحیح طور پر اپنے اکابر کے مسلک و مشرب کا علم نہیں اور نہ ہی اس مسلک و مشرب کی اب صحیح طور پر پابندی کی جارہی ہے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اکابر کے مسلک و مشرب اور دیوبندیت کی صحیح تشریح کی جائے اور یہ کام اس وقت صرف چند حضرات ہی کر سکتے ہیں ان کو جمع کر کے ان سے یہ کام لینا چاہئے، حضرت شیخ نے اس سلسلہ میں جن حضرات علماء کرام کا نام لیا ان میں ایک نام حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ کا بھی تھا۔

احقر نے ایک مرتبہ کتاب ''المہند علی المفند'' کا خلاصہ ''عقائد علماء دیوبند'' جو حضرت والد ماجد نے مرتب فرمایا تھا حضرت شیخ کو تقریظ کیلئے ارسال کیا تو اس پر یہ تحریر ارسال فرمائی:

مبسلا و محمدلا و مصليا و مسلما امابعد:

جوں جوں قیامت قریب آئے گی ہر صاحب رائے اپنی رائے پر ناز کرے گا ور اعجاب كل ذى رأى برأيه کا خوب مظاہرہ ہوگا، لیکن کامیابی صرف اسی میں ہے لن يصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها۔

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ حیات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبور بھی ہیں، جس میں ۱۳۷۴ھ سے پہلے ازشرق تا مغرب ازشمال تا جنوب کسی فرقہ کے کسی عالم کا کوئی اختلاف نہ تھا، جیسا کہ فتاوی رشدیہ اورامداد الفتاوی وغیرہ سے بالکل عیاں ہے اور بحمداللہ تعالی راقم اثیم نے اپنی مفصل کتاب "تسکین الصدور" میں اس پر مبسوط بحث کی ہے جس کی تائیدوتصدیق دورحاضر میں پاک وہند کے مسلم اکابر علماء دیوبند نے کی ہے اور یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی دامت برکاتہم کوجنہوں نے "المہند علی المفند" کو عمدہ کتابت وطباعت سے آراستہ کر کے اورآخر میں موجودہ زمانہ کے علماء دیوبند کی تصدیقات ثبت فرما کرعوام الناس کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے فجزاھم اللہ عنہ وعن سائرالمسلمین خیر الجزاء وصلی اللہ تعالی وسلم علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ احقر ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ

وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ

۲۳/ جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ (المہند ص ۱۸۹)

احقر نے حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد حیات ترمذی کے نام سے ان کی سوانح لکھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ معاصر علماء کرام مشائخ عظام سے بھی ان کے بارہ میں مضامین لکھوالئے جائیں ،حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے اپنی علالت اورضعف کے باوجود ایک مختصر مگر جامع تحریر لکھ کر احقر ناکارہ کو عطا فرمائی جو کئی فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قارئین کی خدمت میں حاضر ہے:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

دنیا میں جتنے مذاہب اورادیان موجود ہیں ان سب میں سچا، کامل اورنجات والا مذہب اوردین اسلام اورصرف اسلام ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ان الدین عنداللہ الاسلام یعنی کامل مقبول پسندیدہ اورحق دین اب صرف اسلام ہی ہے جس نے اس کے علاوہ کوئی دین اختیار

کیا تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ اس برحق اور سچے دین کی بنیاد قرآن کریم، حدیث شریف اور ان کے خادم علوم اسلامیہ پر قائم ہے ان علوم کے بغیر قرآن کریم اور حدیث شریف کا سمجھنا بالکل ناممکن ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے برحق دین کی حفاظت کیلئے عالم اسباب میں ہر دور میں علمی وعملی شخصیات پیدا کی ہیں جنہوں نے دنیا کی تمام تکالیف برداشت کر کے اور بد باطنوں کے طعن وتشنیع سن سن کر بھی حق کی نشر واشاعت میں کوئی کمی اور کسر نہیں چھوڑی اللہ تعالی ان اہل حق حضرات کی قربانیاں قبول فرمائے اور ان کے صدقات جاریات کو قائم اور دائم رکھے آمین ثم آمین۔

اسی سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ فقیہ ابن فقیہ بھی ہیں جنہوں نے اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالی جماعتہم کے دامن سے وابستہ رہ کر تجدد اور تشدد کے راستوں سے گریز کر کے تدریسی، تقریری اور تالیفی طور پر حق اور اہل حق کی پوری تائید اور باطل ومرجوح طریقوں کی سرکوبی کی ہے اور افراط وتفریط سے بچ کر اہل اسلام کی دینی خدمت کی ہے اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اہل حق کیلئے ان کی کوششوں کو مشعل راہ بنائے اور ان کے تلامذہ اور فرزندوں کو اللہ تعالی ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی ہدایات اور تحقیق پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے خاص طور پر ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب سلمہ اللہ تعالی کو جو ان کے صحیح طریقہ پر عملی وارث ہیں اللہ تعالی ان کو ہمت واستقامت نصیب فرمائے اور اس نازک اور پرفتن دور میں جس میں اعجاب کل ذی رأی برأیہ کا گھمنڈ ہو رہا ہے اللہ تعالی ان کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اکابر علماء دیوبند کے حق اور مبنی بر دلائل اور انصاف مسلک کو اجاگر کرنے کی ہمت عطا فرمائے، آمین ثم آمین، وصلی اللہ تعالی وسلم علی رسولہ خیر خلقہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الی یوم الدین آمین یاارحم الراحمین۔ ۸/ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/۲۰/جون ۲۰۰۲ء

جامعہ عثمانیہ شورکوٹ کے جلسہ پر حضرت مولانا بشیر احمد خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ سرفراز صاحب صفدر، حضرت اقدس والد ماجد، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب،

حضرت مولانا عطاء المحسن صاحب وغیرہم کو مدعو کیا،حضرت شیخ نے مدینۃ العلم فیصل آباد سے تشریف لانا تھا آپ وہاں ختم بخاری شریف کرا کے شورکوٹ کی طرف روانہ ہوئے ،راستہ میں کسی نے اطلاع کردی کہ حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی انتقال فرما گئے ،حضرت اور تمام رفقاء سفر کو بہت صدمہ ہوا اور انہوں نے سارا راستہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے تذکرہ میں گذارا،ادھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ احقر کو لے کر بروقت جامعہ عثمانیہ پہنچ چکے تھے اور عصر ومغرب کے بعد کی مجلس ہورہی تھی ،عوام وخواص مستفیدین کا تانتا بندھا ہوا تھا اور حضرت والد ماجد رحمہ اللہ خوب بیان فرمارہے تھے حضرت مولانا شیر محمد صاحب سرگودھوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک سفر تھے شورکوٹ پہنچے تو جامعہ عثمانیہ کے اسی کمرہ میں تشریف لے آئے جہاں حضرت والد صاحب تشریف رکھتے تھے وہ اچانک حضرت کو اس طرح دیکھ کر حیران ہوگئے انہیں بے حد مسرت ہوئی اور شدت فرحت میں واقعہ ضبط نہ کرسکے فوراً حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پورا واقعہ عرض کردیا اور اپنی غیر معمولی مسرت کا بھی اظہار فرمایا،حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ ''بھائی ہمارے ہاں تو مردہ بھی زندہ ہوتے ہیں آپ نے تو دیکھ ہی لیا کہ میں زندہ ہوں اور باتیں بھی کررہا ہوں''حضرت شیخ کو جب صحیح صورت حال کا پتہ چلا تو وہ بھی بہت ہی خوش ہوئے اور بڑے پرتپاک انداز میں ملاقات فرمائی ولادت کا سن پوچھا حضرت نے ۱۳۴۱ھ بتلایا،فرمایا کہ ''میں آپ کو عمر میں اپنے برابر بلکہ بڑا سمجھتا تھا آپ تو مجھ سے نوسال چھوٹے ہیں''پھر کافی دیر تک مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوا۔

رات کی نشست میں حضرت مولانا عطاء المحسن صاحب بخاری مرحوم کی تقریر کا رخ یزیدکی حمایت کی طرف پھرا تو جلسہ میں بڑی بدمزگی پیدا ہوئی جلسہ بند کرنا پڑا اور سب ہی حضرات کو اس کا بڑا قلق ہوا،اگلے روز حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا پروگرام دارالعلوم کبیر والا میں ختم بخاری شریف میں شرکت کا تھا،حضرت مولانا محمد انور صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم نے حضرت والد صاحب کو بھی پرزور اصرار کے بعد کبیر والا جانے پر راضی کرلیا،چنانچہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے قبل آپ کا بھی مختصر بیان ہوا جس میں آپ نے طلبہ کو بڑی زریں نصائح فرمائیں اور مسلک ومشرب کے حوالہ سے انہیں

اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے عقائد پر قائم رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ ترجمان اہل السنۃ حضرت مولانا سرفراز صفدر مدظلہم کی تصانیف اس موضوع پر بڑی اہم ہیں طلبہ کو ان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

اس تفصیل سے ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعلق کی نوعیت واضح ہے۔

احقر نے بچپن میں ہی حضرت کا نام سن رکھا تھا ہمارے ہاں چونکہ عوام وخواص میں رسومات وبدعات کا ماحول غالب تھا، باہر سے آنے والے واعظین اور خطباء زیادہ تر حاظر وناظر، علم غیب، نور وبشر جیسے مسائل کو غلط انداز میں عوام کے سامنے پیش کر کے انہیں گمراہ کرتے رہتے اور حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے جمعہ کے خطبات میں بڑے زوردار انداز میں انکار دفرماتے تھے، اسی دور سے ان موضوعات سے متعلق حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مفید ومدلل کتب تبرید النواظر، علم غیب وغیرہ دیکھنے کا موقع ملا، ہم درجہ کتب میں ابتدائی اسباق پڑھنے کے زمانہ سے ہی مطالعہ کے شوقین تھے، درس نظامی کے متوسط درجہ کی کتب پڑھنے کے دوران کافی محنت سے ہم نے ان کتب کا مطالعہ کیا اور ان موضوعات پر ہمیں سب سے زیادہ فائدہ حضرت ہی کی کتب سے ہوا، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا انداز بیان انتہائی آسان عام فہم عبارت بالکل واضح غیر مبہم اور مدلل ہوتا تھا۔

پہلی حضرت کی زیارت محرم الحرام ۱۴۰۴ھ میں ہوئی احقر گجرانوالہ جامعہ نصرۃ العلوم میں حاضر ہوا، حضرت اپنے معمول کے مطابق سبق کے وقت گکھڑ سے تشریف لائے اور آتے ہی آپ نے پہلے قرآن کریم کے ایک رکوع کا درس دیا جس میں آیات کے رواں ترجمہ کے ساتھ مختصر وضاحت فرمائی، پھر بخاری شریف کا سبق پڑھایا، احقر بعد میں ملا تعارف کرایا بہت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا، حضرت والد صاحب کی خیریت دریافت فرمائی اور بڑی شفقت سے گفتگو فرمائی جس کا احقر پر بہت اثر ہوا، ان دنوں حضرت کی تازہ تصنیف ''الشہاب المبین''طبع ہو کر آئی تھی احقر نے اسی سفر میں اس کا مطالعہ کیا اور جناب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب مرحوم سے بھی ملاقات پر ان کی کتاب ''الہام الباری''وغیرہ بھی حاصل کی۔

احقر کا عرصہ سے خیال تھا کہ قرآن کریم کی تفسیر حضرت سے پڑھی جائے آپ ہر سال

سینکڑوں علماء کرام کو شعبان، رمضان المبارک میں دورہ تفسیر پڑھاتے تھے جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اس کیلئے ایک عظیم مرکز تھا، احقر ہر سال اس میں شرکت کا سوچتا اور پھر تراویح میں قرآن کریم سنانے کی وجہ سے پروگرام رہ جاتا، بالآخر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ میں حضرت والد صاحب کی اجازت سے احقر نے دورہ تفسیر میں داخلہ لے لیا عزیز مکرم مولوی محمد صدیق سلمہ حال مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا بھی احقر کے ہمراہ تھے، حضرت نے ۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ کو دورہ تفسیر کا آغاز فرمایا اور رمضان المبارک کی ۱۹ تک یہ سلسلہ جاری رہا، احقر نے پابندی سے اس میں شرکت کی اور قرآن کریم بھی تراویح میں سنانے کا اہتمام کیا، حضرت سے دورہ تفسیر پڑھنے کا بہت فائدہ ہوا، دوران درس حضرت مختلف موضوعات پر بڑی جامع اور مدلل بحث فرماتے تھے اسی طرح غیر مسلموں نے قرآن پر جو شبہات کئے آپ ان کا بھی مدلل رد کرتے اور مشکلات کا حل فرماتے۔

دورہ تفسیر کے دوران حضرت شیخ بڑے شگفتہ رہتے اور بعض دفعہ طلبہ کو از راہ لطافت ظرافت کی باتیں بھی سناتے ایک مرتبہ جب سورہ فاطر شروع ہوئی اس کی پہلی آیت الحمد للّٰہ فاطر السمٰوات والارض کا ترجمہ فرمایا پھر فرمانے لگے ایک صاحب نے ترجمہ قرآن کریم کے نام پر لوگوں کو جمع کیا اور اس نے سورہ فاطر کا ترجمہ یوں کیا ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے زمین و آسمان میں فطور پیدا کر دیا ہے'' نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

حضرت نے ایک مرتبہ تمام طلبہ سے سوال کیا کہ قرآن کریم میں جاء و، باء و، فاء و بغیر الف کے ہیں حالانکہ جمع کے صیغے ہیں ان کے آخر میں الف ہونا چاہئے تھا جیسا کہ ہر جمع کے صیغہ میں الف لکھا ہوا ہے، یہاں الف کیوں نہیں لکھا گیا اس کی وجہ بیان کی جائے، طلبہ نے مختلف جوابات دیئے حضرت نے فرمایا کہ یہ سب جوابات غلط ہیں صحیح جواب پیش کرنے پر انعام دیا جائے گا لیکن حضرت کی منشاء کے مطابق شاید کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

یٰٓایھا النبی جاھد الکفار والمنا فقین میں بعض مخالفین اسلام نے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن ہیں انہوں نے واؤ کو مع کے معنی میں لے کر یہ ترجمہ کیا ہے کہ اے نبی آپ منافقین (یعنی صحابہ کرام) کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کریں یعنی حق تعالیٰ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دے رہے ہیں اور حضرات صحابہ کرام کو گویا نعوذ باللہ منافق قرار دیا جارہا ہے، یہ قرآن کریم کی کس قدر معنوی تحریف ہے جس کے غلط ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن واؤ کو مع کے معنی میں لے کر یہ گل کھلائے گئے ہیں، حضرت شیخ نے امام نحو علامہ رضی شارح کافیہ جو خیر سے خود اہل تشیع سے تعلق رکھتے ہیں ان کے قول سے ثابت کیا کہ یہاں واؤ مع کے معنی میں نہیں ہے، اس لئے آیت کریمہ کا واضح مفہوم یہی ہے کہ آپ کفار اور منافقین سے جہاد فرمائیں اور ان پر سختی کریں کفار کے ساتھ جہاد تلوار سے ہوگا اور منافقین کے ساتھ زبان سے۔

ایک دن فرمایا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رفع سبابہ کے قائل نہ تھے اور ہم ان کے سامنے کرتے تھے، ایک موقع پر میں نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ رفع سبابہ کیوں نہیں کرتے، فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں وہ اس کے قائل نہیں، میں نے عرض کیا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے، فرمانے لگے کہ حدیثوں میں اختلاف ہے، میں نے کہا تشہد میں بھی اختلاف ہے پھر اسے بھی ترک فرمادیں، حضرت اس جواب پر مسکرائے اور مجھے اپنی خاص زبان میں فرمایا ''پتراتوں کیتا کر'' (یعنی بیٹے تم کیا کرو) حضرت شیخ نے اس مسئلہ میں خلاصہ کیدانی کے مصنف کا قول بھی ذکر فرمایا اور پھر اشارہ بالسبابہ کے منکرین کا رد فرمایا اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ کی تعریف فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے ۴۶ سال قبل اس رسالہ کا مطالعہ کیا تھا، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ''یابنی'' کا ترجمہ اپنی ٹھیٹھ زبان میں ''اومیری پتری'' سے کرتے تھے جس میں تصغیر کے صیغہ کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے اور واقعۃً یہ ترجمہ سرائیکی زبان میں بہت ہی زبردست ترجمہ ہے۔

دورہ تفسیر پڑھنے کے زمانہ میں ماہ شعبان المعظم کا ایک جمعہ گکھڑ میں حضرت شیخ کی اقتداء میں پڑھا، حضرت نے بڑے ہی پیارے انداز میں بڑا عمدہ اور جامع بیان فرمایا جو خواتین وحضرات نے بڑی توجہ سے سنا اس کے بعد خطبہ پڑھا اور جماعت کرائی، حضرت کا بیان اس قدر مدلل اور ٹھوس ہوتا تھا کہ اس میں کسی کو انگلی رکھنے کی گنجائش نہ رہتی تھی، احادیث صحیحہ کے حوالہ

اور استدلال بالقرآن والحدیث آپ کا خاص وصف تھا، سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کسی ضعیف روایت کو بیان نہیں فرماتے تھے آپ کے بیانات سن کر خواتین تک کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف یا موضوع، اس لئے حضرت شیخؒ کی مسجد میں بیان بڑے بڑے حضرات کیلئے ایک چیلنج سے کم نہ تھا، اگر کوئی عالم حدیث پاک کا حوالہ دے کر بیان کرتا اور وہ حدیث صحیح نہ ہوتی فوراً خواتین تک انہیں تنبیہ کر دیتیں کہ مولانا آپ نے کس کتاب سے یہ حدیث بیان کی ہے اس کا حوالہ دیں کیونکہ یہ حدیث تو ضعیف ہے، یہ سب حضرت شیخؒ کا علمی فیضان اور آپ کی جدوجہد کا نتیجہ تھا ورنہ آج کل اس کا لحاظ بہت کم حضرات کرتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ کثرت سے ضعاف اور موضوعات کو نشر کر دیا جاتا ہے جس کا نقصان واضح ہے۔

احقر نے ۱۴۰۹ھ میں حضرت شیخؒ سے دورہ تفسیر پڑھا اس سال ۲؍شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ ۱۱؍مارچ ۱۹۸۹ء ہفتہ کے روز دورہ تفسیر کا آپ نے آغاز فرمایا اور ۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۹ء بروز بدھ کو پورے قرآن کریم کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے ختم فرمایا۔

جو طلبہ دورہ تفسیر شریف مکمل کر چکے تھے انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ہمیں حدیث پاک کی اجازت دی جائے، حضرت نے فرمایا کہ بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث پاک پڑھ کر سنائیں، پھر میری طرف سے اجازت ہے اور یہ اجازت تمام شرکاء کو نہیں بلکہ صرف ان حضرات کو ہوگی جو باقاعدہ درس نظامی کر چکے ہیں اور دورہ حدیث شریف پہلے پڑھ چکے ہیں، چنانچہ بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھنے کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی اور حضرت نے اجازت دے کر دعا کرا دی اور اس پر نصرۃ العلوم میں پڑھنے کا دورانیہ مکمل ہوا۔

ترجمہ و تفسیر کے ختم پر مدرسہ کی طرف سے امتحان کا اعلان ہوا، امتحان کے بعد جمعۃ المبارک کے روز جلسہ تقسیم اسناد منعقد کیا گیا جس میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم نے بیان فرمایا اور حضرت نے اسانید تقسیم فرمائیں، احقر کو خصوصی طور پر دعا دی اور تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ حضرت مولانا کو سلام عرض کرنا۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد گکھڑ آپ کی خدمت میں گھر حاضری

ہوئی تعارف کرانے پر پہچان لیا بڑے اہتمام سے خیر و عافیت دریافت کی مدرسہ کے حالات بھی دریافت فرمائے ، حضرت والد صاحب کی وفات پر افسوس کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی احقر کو ہدایت فرمائی کہ حضرت کے زمانہ میں جو کام اور شعبے جاری تھے بطور خاص تصنیف و تالیف کا شعبہ، اس کو اہتمام کے ساتھ جاری رکھا جائے اسے بند نہ کریں یہ بڑا ہی اہم شعبہ ہے، پھر فرمایا کہ میں نے بحمداللہ تعالیٰ تقریباً ستر سال تک تدریس کی ہے لیکن اب ہمت نہیں رہی۔

ایک دو مرتبہ اس کے بعد بھی حاضری ہوئی پھر متعلقین اور احباب سے برابر حضرت کی خیریت معلوم کرتا رہا جب بھی کسی بڑے عالم کا انتقال ہوتا معاً حضرت کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا کافی عرصہ سے دل میں دھڑ کا سا لگا رہتا تھا بالآخر ۹؍ جمادی الاولیٰ منگل کی صبح فجر کی نماز کیلئے بیدار ہوا تو فون کے ذریعہ اطلاع ملی کہ حضرت شیخ رحلت فرما گئے دل پر چوٹ لگی اور بڑا صدمہ ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا دیگر احباب کو اطلاع کی جسے بھی اس حادثہ فاجعہ کا علم ہوا رنجیدہ ہوا، حضرت کی طویل علالت ضعف اور عمر کے تقاضہ کی وجہ سے ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کس وقت یہ چراغ سحر خاموش ہو جائے بالآخر ۹۸ سال کی طویل عمر پا کر آپ راہی ملک بقا ہوئے اور حسب ارشاد باری تعالیٰ کل من علیها فان وقوله تعالٰی کل نفس ذائقة الموت وقت موعود آپہنچا جس سے کسی کو بھی مفر نہیں ، بلاشبہ آپ کی موت کسی ایک متنفس کی موت نہیں تھی بلکہ پورے جہاں کی موت تھی کما قیل موت العالِم الصالح موت العالَم۔

ظہر سے قبل ہم جنازہ کیلئے سرگودھا سے گکھڑ روانہ ہوئے اور عصر کے وقت اس گراؤنڈ میں پہنچ گئے جہاں جنازہ کا اعلان تھا اس وقت گراؤنڈ میں آدھے سے بھی کم جگہ پر افراد موجود تھے، بیانات کا سلسلہ جاری تھا احقر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم (جو اس وقت پہلی صف میں تشریف فرما تھے) کے پاس پہنچ گیا اور تعزیت کی مولانا نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور کلمہ استرجاع کے بعد ''یہ سب کا مشترکہ صدمہ ہے ہر ایک تعزیت کا مستحق ہے'' کے کلمات ارشاد فرمائے ، ساڑھے پانچ بجے کا اعلان تھا، حسب اعلان جنازہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے پڑھایا اس وقت مجمع کا یہ عالم تھا کہ پورا گراؤنڈ بھر چکا تھا اور تا حد نگاہ آدم ہی آدم تھا، ایک

اندازہ کے مطابق تین لاکھ افراد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اور ہزاروں افراد وہ تھے جو گراؤنڈ سے باہر ہجوم میں ایسے پھنسے کہ جنازہ میں شرکت نہ کرسکے اسی طرح بروقت جنازہ پڑھانے کی وجہ سے بھی بہت سے ایسے حضرات جو دور سے طویل سفر طے کرکے قدرے تاخیر سے پہنچے جنازہ سے محروم رہے، وکان امر اللّٰہ قدرا مقدورا۔

جنازہ کے بعد شارع عام پر اس قدر بے پناہ رش ہوگیا کہ دونوں طرف کی سڑک بلاک ہوگئی، رش ٹوٹنے میں کئی گھنٹے لگ گئے، امام اہل سنت کے جنازہ میں شرکت کیلئے کہاں کہاں سے لوگ آئے ہوئے تھے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر یوں معلوم ہو رہا تھا کہ سارا ملک حضرت کے جنازہ میں پہنچ گیا ہے، جنازہ میں اتنا ہجوم عند اللہ مقبولیت کی علامت اور نیک فال ہے سچ ہے من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ۔ ایسے موقع پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اہل حق کے جنازے حق و باطل میں فیصلہ کرتے ہیں" کی تائید مزید ہو جاتی ہے وذالك فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

جامعہ حقانیہ کے اساتذہ کرام اور طلبہ بھی جنازہ میں شریک ہوئے جبکہ جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد ظفر اللہ صاحب اور سلانوالی جامعہ امدادیہ فتحیہ کے مدیر جناب قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی احقر کے ہمراہ تھے برخورداران عبد الناصر ترمذی، عبد الملک ترمذی سلمہما الرحمٰن جو آج کل جامعہ دار العلوم کراچی میں دورہ حدیث شریف کے طالب علم ہیں وہ ساہیوال آئے ہوئے تھے انہیں بھی حضرت شیخ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت مل گئی، فللّٰہ الحمد ولہ الشکر اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرماویں اور ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائیں آمین۔ دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرماویں اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے آپ کے تمام پسماندگان خصوصاً حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، حضرت مولانا عبد القدوس قارن صاحب، حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر صاحب مدظلہم کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائیں، آمین۔

احقر عبد القدوس ترمذی عفرلہ

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسی طرح کاشتکار کا دوسرا کام زمین میں بیج ڈالنا پھر اس کی حفاظت کرنا پھر جو کونپل نکلے اس کی سردی گرمی اور جانوروں سے حفاظت کرنا ہے اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ قدرت خداوندی سے پیدا ہونے والے کونپلوں کا ضائع ہونے سے بچایا جائے ان سب کاموں کو کسی درخت کے نکلنے یا پھلنے پھولنے میں بجز رفع موانع کے اور کیا دخل ہے؟ ہاں پانی سے جمنے والے بیج کی اور اس سے نکلنے والے درخت کی غذا تیار ہوتی ہے اور اسی سے وہ پھلتا پھولتا ہے لیکن پانی کاشتکار کا پیدا کیا ہوا نہیں اس میں بھی کاشتکار کا کام صرف اتنا ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے پانی کو قدرت ہی کے پیدا کئے ہوئے درخت تک ایک مناسب وقت میں اور مناسب مقدار میں پہنچا دے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ درخت کی پیدائش اور اس کے پھلنے پھولنے میں اول سے آخر تک انسان کی محنت اور تدبیر کا اس کے سوا کوئی اثر نہیں کہ نکلنے والے درخت کے راستے سے روڑے ہٹا دے یا اس کو ضائع ہونے سے بچالے باقی رہی درخت کی پیدائش اس کا بڑھنا اس میں پتے اور شاخیں پھر پھول اور پھل پیدا کرنا سو اس میں سوائے خدا تعالیٰ کی قدرت کے اور کسی کا کوئی دخل نہیں۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے افرء یتم ما تحرثون ء انتم تزرعونہ ام نحن الزّرعون (واقعہ ۶۳،۶۴) بتلاؤ جو کچھ تم بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو؟ یا ہم اُگانے والے ہیں؟

قرآن کے اس سوال کا جواب انسان کے پاس بجز اس کے اور کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ان سب درختوں کو اُگانے والے ہیں۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جس طرح زمین اور آسمان کی پیدائش اور برق وباراں کے منظم سلسلہ کار میں انسانی سعی ومحنت کا کوئی دخل نہیں اسی طرح کھیتی اور درختوں کے پیدا ہونے اوران سے پھول پھل نکلنے اوران سے انسان کی غذائیں تیار ہونے میں بھی اس کا دخل صرف برائے نام ہے اور حقیقت میں یہ سب کاروبار صرف حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا نتیجہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں حق تعالیٰ کی ایسی چار صفات کا بیان ہے جو سوائے اس کے اور کسی مخلوق میں پائی ہی نہیں جاسکتیں اور جب ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوگیا کہ انسان کو عدم سے وجود میں لانا اور پھر اس کی بقاء وترقی کے سامان زمین اور آسمان بارش اور پھل پھول کے ذریعے مہیا کرنا سوائے ذات حق جل شانہ کے اور کسی کا کام نہیں تو ہر ادنیٰ سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کو اس پر یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ عبادت واطاعت کے لائق اور مستحق بھی صرف وہی ذات ہے اور اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں کہ انسان کے بود وجود اور اس کے بقاء وارتقاء کے سارے سامان تو اللہ تعالیٰ پیدا کرے اور غافل انسان دوسروں کی چوکھٹوں پر سجدہ کرتا پھرے دوسری چیزوں کی بندگی میں مشغول ہوجائے مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی غافل انسان کی زبان پر فرمایا ہے ۔

نعمتت راخوردہ عصیاں می کنم نعمت ازتو من بغیرے می تنم

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ساری مخلوقات کا سردار اس لئے بنایا تھا کہ ساری کائنات اس کی خدمت کرے اور یہ صرف رب کائنات کی خدمت اور عبادت میں مشغول رہے اور کسی کی طرف نظر نہ رکھے اس کا یہ رنگ ہوجائے ۔

بگذرا زیادگل وگلبن کہ ہیچم یاد نیست درزمین وآسماں جز ذکر حق آباد نیست

لیکن غافل انسان نے اپنی حماقت سے اللہ تعالیٰ ہی کو بھلا دیا تو اسے ایک خدا کی غلامی کے بجائے ستر کروڑ دیوتاؤں کی غلامی کرنا پڑی ۔

ایک در چھوڑ کے ہم ہوگئے لاکھوں کے غلام ہم نے آزادی عرفی کا نہ سوچا انجام

(معارف القرآن ج ا ص ۱۳۷)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

تشریح: اس حدیث میں سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے پانچ امور کا بیان فرمایا ہے اسلام، دوسرے ایمان، تیسرے احسان، چوتھے قیامت کے متعلق انتباہ کہ اس کا وقت خاص اللہ کے سوا کسی کے علم میں نہیں اور پانچویں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی بعض علامات ان پانچوں چیزوں کے متعلق جو کچھ اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے وہ تشریح طلب ہے۔

(۱) اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے دین کا نام اسلام اسی لئے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل مولا کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی ہے اصل حقیقت دین اسلام کی، اور اسی کا مطالبہ ہے ہم سے فرمایا گیا و الٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا (حج ع ۵) تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے لہٰذا تم اسی کے مسلم یعنی مطیع ہو جاؤ اور اسی اسلام کے متعلق فرمایا گیا ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ (نساء ع ۱۷) (اور اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور وہ اس طرح مسلم بندہ ہو گیا) اور اسی اسلام کے متعلق اعلان فرمایا گیا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین (آل عمران ع ۹) (یعنی جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہا تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آدمی آخرت میں بڑے گھاٹے اور ٹوٹے والوں میں سے ہوگا) بہر حال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کر دے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع فرمان بن جائے۔

پھر انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں میں اس اسلام کیلئے کچھ مخصوص ارکان بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت اس حقیقت اسلام کے پیکر محسوس کی سی ہوتی ہے اور اس حقیقت کا نشو ونما اور اس کی تازگی بھی انہی سے ہوتی ہے اور وہ صرف تعبدی امور ہوتے ہیں اور ظاہری نظر انہی ارکان کے ذریعہ فرق و امتیاز کرتی ہے ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے اپنا دستور حیات اسلام کو

بنایا ہے اور ان کے درمیان جنہوں نے نہیں بنایا تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کا جو آخری اور مکمل دستور ہمارے پاس آیا ہے اس میں توحید خداوندی اور رسالت محمدی کی شہادت نماز، زکوۃ، روزہ اور حج بیت اللہ کو ارکان اسلام قرار دیا گیا ہے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے بني الاسلام على خمس الخ (یعنی اسلام کی بنیادان پانچ چیزوں پر ہے)

بہر حال یہ پانچ چیزیں جن کو آپ نے یہاں اس حدیث میں اسلام کے جواب میں بیان فرمایا ارکان اسلام ہیں اور یہی گویا اسلام کیلئے پیکر محسوس ہیں اسی واسطے اس حدیث میں انہی کے ذریعہ اسلام کے تعارف کرایا گیا ہے۔

(۲) ایمان کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں[1] اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کے حدود سے ماوراء ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم اور جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں بہر حال شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلات احساس وادراک (آنکھ، ناک، کان، وغیرہ) کے ذریعہ معلوم نہیں کرسکتے[2] مثلاً اللہ اور اس کی صفات اور اس کے احکام اور رسولوں کی رسالت اور ان پر وحی کی آمد، اور مبدأ و معاد کے متعلق ان کی اطلاعات، وغیرہ وغیرہ۔

تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے اور پیغمبر کی اس قسم کی کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کردیتی ہے۔ (معارف الحدیث ج ۱ ص ۶۱)

....

(۱) وفی التنزیل وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین سورۂ یوسف ع ۲۔
(۲) اسی واسطے ایمان کے ساتھ بالغیب کی قید بھی لگائی جاتی ہے کما قال تعالی یؤمنون بالغیب۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامّت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قصہ منسوب ہے کہ آپ سے کسی نے جبر اورقدر کے متعلق سوال کیا تو فرمایا لا جبر ولا قدر ولکن الامر بین بین پھر فرمایا ایک قدم اپنا زمین سے اٹھاؤ (وہ شخص کھڑا تھا) چنانچہ اس نے ایک قدم اٹھالیا اس کے بعد فرمایا اب دوسرا اٹھاؤ اس نے کہا دوسرا تو نہیں اٹھ سکتا فرمایا بس اتنا جبر ہے اور اتنا اختیار رہے، سبحان اللہ! کیا عمدہ حل فرمادیا مولانا روم نے اس مسئلہ کو فطری بنادیا فرماتے ہیں ۔

زاری ماشد دلیل اضطرار خجلت ما شد دلیل اختیار

اور یہ جبر وقدر تو عقیدہ کے درجہ میں تھا اور ایک جبر واختیار عمل کے درجہ میں ہے اس کے متعلق یہ فیصلہ فرماتے ہیں ۔

انبیاء در کار دنیا جبر یند کافران در کار عقبیٰ جبر یند
انبیاء را کار عقبیٰ اختیار کافراں را کار دنیا اختیار

O فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے میلان الی الاجنبیہ کا جو علاج مشغولی بالزوجہ سے حدیث میں آیا ہے اور اس میں یہ ٹکڑا بطور لم کے ارشاد ہوا ہے کہ ان الذی معھا مثل الذی معھا اس کی عجیب شرح فرمائی تھی ان حضرات کے یہ علوم مدون نہ تھے۔

فرماتے تھے کہ اشیاء متناولہ کی تین قسم ہیں ایک یہ کہ ان سے صرف دفع حاجت مقصود ہے لذت مقصود نہیں مثلاً پاخانہ کرنا دوسرے وہ ہیں جن میں صرف لذت مقصود ہے مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت عمدہ خوشبودار شربت پینا جیسا کہ جنت میں ہوگا یہاں صرف لذت مقصود ہے تیسرے وہ جس میں دونوں سے ترکیب ہے یعنی لذت اور دفع حاجت دونوں مقصود ہیں اور اس کی پھر دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ دفع حاجت غالب ہو جیسے طعام میں دفع حاجت

غالب ہے کو لذت بھی مقصود ہوتی ہے اسی واسطے دستر خوان کا عمدہ ہونا برتن صاف ہونا بھی مطلوب ہوتا ہے مگر ضروری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ لذت غالب ہو جیسے جماع کرنے میں دفع حاجت بھی ہے یعنی دفع فضلات منویہ وغیرہ مگر زیادہ مقصود اس میں لذت ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کو جماع میں زیادہ تر نفس کو لذت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرا امر اقبہ کرلیا کرو کہ دفع حاجت مقصود ہے اور اس میں راحت ہے اور جب مقصود دفع حاجت ہے تو اس میں اپنی اور بیگانی دونوں عورتیں برابر ہیں۔

اور زانی کو چونکہ محض لذت مقصود ہوتی ہے اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اس کو میسر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہ خیال رہے گا کہ شاید اس میں اور طرح کا مزہ ہو اسی واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے بخلاف اس شخص کے جو دفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن ہوگا اور اپنے حق پر رہے گا۔

O فرمایا روزہ میں طبعی فائدہ بھی ہے کہ فضلات کم پیدا ہوتے ہیں تو بیماری کم ہوتی ہے۔

O فرمایا اختلاف مطالع کا اس لئے اعتبار نہیں کہ اس میں بڑی مشقت ہے کیونکہ ایک تو یہ اختلاف شرقاً غرباً ہوتا ہے جنوباً شمالاً نہیں ہوتا دوسرے خاص فصل سے ہوتا ہے اب اس تحقیق کیلئے رویت ہلال مثلاً جس بلد میں ہوئی وہ کس طرف ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے جغرافیہ و ہیئت کی ضرورت ہے اور اس میں عامہ کو حرج شدید ہونا ظاہر ہے اس سے بچانے کیلئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

O فرمایا اکثر مشککین احکام کو علماء کی طرف منسوب کر کے ان پر اعتراض کرتے ہیں غنیمت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کرتے پس اس امر میں علماء حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ ہیں جیسے انہوں نے تلوار کی ضربیں اپنے ہاتھ پر لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بن گئے۔

O فرمایا عبادت میں جی لگنے کے درپے ہونا کتاب وسنت پر زیادت ہے کیونکہ غیر اختیاری ہے البتہ جی لگانا مامور بہ ہے پھر خواہ جی لگے یا نہ لگے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: بندہ گرمیوں کی چھٹیوں میں آجکل کراچی میں مقیم ہے خدمت مبارکہ میں ایک دوروز کیلئے حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔

ارشاد: اجازت کیا ملاقات کا شوق ہے جب سہولت ہوسکے آجائیں کہ ''خانۂ ماخانۂ تست'' مگر اس ناکارہ کیلئے اتنا دور دراز کا سفر کرنا اور مشقت برداشت کرنا صرف محبت ہی اس کا باعث ہے ورنہ یہ ناکارہ تو اس لائق نہیں کہ اس کیلئے اتنا طویل سفر کیا جائے۔

حال: بندہ جب اپنی حالت پر نظر کرتا ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے سوائے زعم وگمان ودعوی کے کچھ پاس نہیں۔

ارشاد: یہ احساس ہی ان شاء اللہ تعالیٰ تلافی کا سبب بن جائے گا کیونکہ معاملہ اکرم الاکرمین رب العلمین سے ہے، امید عفو کی ہے۔

حال: بندہ کی حالت بہت شرمناک ہے لیکن اصلاح کا داعیہ بھی پیدا نہیں ہوتا اور لوگوں کو تنافس فی الحسنات میں دیکھ کر خود کو حسرت وندامت پیدا ہوتی ہے لیکن غبطہ مفقود، کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ بندہ کے بھی آنسو جاری ہوتے، کسی پنجابی شاعر نے اس کی تصویر کھینچی ہے۔

کراں ہائے ہائے تے زاروزار رواں میں تسبیح آنسواں والی پرو واں

ارشاد: بس یہ علاج ہوجاتا ہے یہ غبطہ ہی ہے جس کا احساس نہیں ہے دل سے آنسو جاری ہونا ہی ہے گو آنکھ سے نہیں مگر مقصود حاصل ہے اگرچہ صورت مختلف ہے۔

حال: لیکن قسوت قلب کچھ کرنے نہیں دیتی۔

ارشاد: قسوت ہوتی تو یہ شکایت نہ ہوتی۔

حال: بندہ موت سے بھی ڈرتا ہے۔

ارشاد: یہ طبعی خوف مضر نہیں۔

حال: اگر چہ وقت قریب ہے تاہم غفلت بہت زیادہ ہے۔

ارشاد: جب اس کا ذکر ہے تو غفلت نہ ہوئی اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون میں غفلت کی علامت اعراض کو فرمایا گیا ہے جو الحمدللہ یہاں مفقود ہے۔

حال: درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس ناقص بندہ تک حضرت والا عم فیضہ کا فیض بہ فراوانی پہنچائیں۔

ارشاد: اصل مفیض ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں وہ اپنے کسی بندہ کو اپنے فیضان کا واسطہ بنا دیتے ہیں مثل چھت کے پرنالہ کے، اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے خصوصی فیضان کے حصول کو آسان بنادے، آمین۔

حال: بندہ میں تقوی کی بے حد کمی ہے اس کے ساتھ عدم ذکر کی وجہ سے لاورد له، لاوارد له والا معاملہ ہے۔

ارشاد: اس کمی کے احساس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کا تدارک ہوجائے گا کچھ حرج نہیں ہوا احساس کمتری سے وہ کمی پوری ہورہی ہے جو کچھ حاصل تھا وہ جذر قلب میں راسخ ہوا اس کا ظاہر میں احساس نہیں رہا۔

حال: ایک زمانہ میں اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرتے وقت رونا آتا تھا اب تو قساوت قلب اتنی ہے کہ زبان سے بتوفیقہ تعالیٰ استغفار و توبہ کے الفاظ کبھی نکلتے وقت رونے کا خیال تک نہیں آتا، جو لوگ اپنے رب کے وعدہ کا علم و یقین رکھتے ہیں وہ سجدے میں گر کے روتے ہیں جس سے ان کا خشوع بڑھتا ہے۔

ارشاد: پہلے آنکھوں سے رونا آتا تھا اب دل روتا ہے کہ رونا کیوں نہیں آتا، قساوت قلب ہوتی تو اس کے عدم سے غم کیوں ہوتا اور آیت مبارکہ کے مضمون کی تمنا کیوں ہوتی قاسية القلب کا یہ حال نہیں ہوتا اس کو تو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ پھر یہ حال ہے جو غیر اختیاری ہے اصل مقصود دل کا احساس (یعنی رونا) ہے وہ بحمداللہ حاصل ہے۔

جمع وترتیب: مولانا سجاد حسین وسندے والی

خطاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی

مقام: مدرسہ اسلامیہ محمودیہ قینچی موڑ سرگودھا۔ بتاریخ ۷/ مارچ ۲۰۰۹ء (قسط۲)

آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا بنیادی مقصد

پھر جو یہ فرمایا کہ اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی ہم سکھائیں گے یہ نہیں ہے کہ جس طرح چاہا پڑھ لیا، اس کے پڑھنے کا ایک طریقہ ہے جو بذات خود مقصود ہے جس طرح جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے پڑھا اسی طرح حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھا اور اس کے بعد کے لوگوں نے بھی اسی طرح محفوظ رکھا یہ آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا ایک بنیادی اور مستقل مقصد تھا یتلوا علیھم ایتہ کہ لوگوں کے سامنے تلاوت قرآن کر کے بتائیں کہ کس طرح تلاوت کی جاتی ہے۔

قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکیاں

لہٰذا یہ جو بعض لوگ آجکل شور مچاتے ہیں فضول باتیں کرتے ہیں کہ یہ جو بچوں کو قرآن پڑھایا جا رہا ہے مطلب تو یہ سمجھتے نہیں ہیں معنی تو سمجھتے نہیں ہیں طوطے کی رٹانے سے کیا فائدہ؟ العیاذ باللہ تو یہ درحقیقت قرآن کریم کی قدر ہی نہیں جانتے قرآن کریم جس طرح اس کے معانی، مطالب اور اس کی تعلیمات ہمارے لئے ایک انعام ہے اسی طرح اس کے الفاظ بھی اللہ تبارک وتعالٰی کی طرف سے شفاء بن جاتے ہیں یہ بذات خود مقصود ہیں سمجھ کر پڑھو یا بے سمجھے پڑھو ایک ایک حرف پر اللہ تبارک وتعالٰی کی طرف سے دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف میم ایک حرف لام ایک حرف لہٰذا جو انسان صرف الٓمّٓ پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں تیس نیکیوں کا اضافہ ہو جائے گا، اللہ تعالٰی نے اس کی تلاوت کو یہ عظمت بخشی۔

بہترین امت

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے تلاوت کو عظمت بخشی ہے لہٰذا اس کا طریقہ بھی سکھایا اس طرح نہیں ہے کہ جس طرح چاہا پڑھ لیا بلکہ فرمایا فـاذا قـرأنٰہ فا تبع قرانہ جیسے ہم نے اپنے فرشتے جبرئیل امین کے ذریعے پڑھ کر بتایا ہے اسی طرح تمہیں بھی آگے پڑھ کے لوگوں کو بتانا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو بہترین امت بنایا ہے جیسے پیغمبر ﷺ عظیم ویسی امت بھی عظیم اس امت میں سرکار دو عالم ﷺ کے کاموں کو آگے بڑھانے کیلئے اور آپ ﷺ کے فرائض منصبی کو قیامت تک جاری رکھنے کیلئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بذات خود نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہیں۔

علم تجوید وعلم قرآن

چنانچہ یہ جو فرمایا گیا تھا کہ جیسے قرآن ہم پڑھیں ویسے ہی تم پڑھو تو اس کو روبعمل لانے کیلئے اس کی حفاظت کیلئے اور قیامت تک اس کو محفوظ رکھنے کیلئے اس امت نے ایسے علوم ایجاد کئے ہیں جن علوم کی نظیر بھی کسی امت اور کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ہے یہ علم تجوید اور علم قراءت جس کا تھوڑا سا مظاہرہ آپ نے اس اجتماع کے آغاز میں ہمارے مخدوم مولانا قاری احمد میاں صاحب دامت برکاتہم کی تلاوت میں دیکھا ہوگا یہ علم تجوید اور علم قراءت اسی امت مسلمہ کی خصوصیت ہے دنیا کی کسی قوم میں اس کی مثال نہیں ملے گی قرآن کریم انتیس حروف میں سے جتنے حروف استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ایک ایک حرف کے بارے میں پوری باریک بینی کے ساتھ باریکی کے ساتھ کہ یہ حرف کہاں سے نکلتا ہے کس طرح نکلتا ہے اس کو نکالنے کیلئے کیا صفات ہونی چاہئیں کونسی صفات لازمہ ہیں کونسی محسنہ ہیں یعنی کتنی صفات تو ایسی ہیں جب تک وہ صفت پیدا نہ ہو اس وقت تک وہ حرف صحیح معنی میں ادا نہیں ہوتا اور کتنی صفات ایسی ہیں کہ جو کم از کم اس کو بہتر بنانے کیلئے ضروری ہیں اگر چہ لازم نہ ہوں یہ تکنیک اور یہ سائنس آپ کو دنیا کی کسی زبان میں نہیں ملے گی کہ ایک ایک حرف کے نکالنے کا طریقہ بتا دیا باء کہاں سے نکلتی ہے اور جیم کہاں سے نکلتی ہے حاء کہاں سے نکلتی ہے ثاء میں سین میں اور صاد میں کیا فرق ہے یہ اس طرح منضبط اور مدون کر کے بتا دیا اور اس کی مشق کرا دی کہ کوئی غلطی لگنے کا احتمال ہی نہیں جو ساتھی علم تجوید پڑھ لے وہ چاہے عجمی ہو ایک

حرف عربی کا نہ سمجھتا ہوں لیکن قرآن کریم اسی طرح پڑھے گا جیسے سرکار دو عالم ﷺ نے پڑھا تھا۔

دنیا کی کسی زبان میں علم تجوید کی مثال نہیں

اس علم تجوید کی برکت سے میں عرض کرتا ہوں کہ دنیا کی کسی زبان میں علم تجوید کی مثال نہیں ہے آج انگریزی زبان ساری دنیا پر چھائی ہوئی ہے بڑی وسیع اور بڑی سائنٹیفک زبان کہلاتی ہے اور ہے، لیکن ذرا انگریزی میں اس کی مثال دکھا دو کہ کسی نے انگریزی کا علم تجوید مرتب کیا ہو کہ بھائی B کہاں سے نکلتی ہے C کہاں سے نکلتی ہے اور D کہاں سے نکلتی ہے اس کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے اور کس انداز سے ادا کرو گے تو صحیح معنی میں D ادا ہوگی ورنہ وہ صحیح ادا نہیں ہوگی کس طرح c ادا ہوگی کس طرح K ادا ہوگا اس کی کوئی مثال کسی بھی زبان میں موجود نہیں یہ صرف قرآن کریم کی برکت ہے اور قرآن کریم کو صحیح پڑھنے کی جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی تھی اس ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے علم تجوید کے ماہرین کے ذریعے پورا کروا دیا اور مدارس میں قرآن کریم علم تجوید و قراات کی جو تعلیم ہوتی ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی لی ہوئی ذمہ داری سے ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے نزول کا مقصد

فاذا قرأنه فاتبع قرانه اس میں یہ پیغام صرف علماء کیلئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کیلئے ہے کہ قرآن کریم اس لیے نازل نہیں ہوا تھا کہ اس کو گلدان میں لپیٹ کر طاق کی زینت بنا دیا جائے، اس لئے نازل نہیں ہوا تھا کہ اگر قسم کھاؤ تو اس کو ہاتھ پر اٹھالیا کرو، اس لئے نازل نہیں ہوا تھا کہ جب دلہن کو رخصت کرو تو اس کے سائے میں رکھ کر رخصت کرو بلکہ اس لئے نازل ہوا تھا تا کہ اس کو پڑھو، اس کی تلاوت کرو، اس کو روزانہ اپنا معمول بناؤ اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو لیکن آج ہم نے اس کو طاق نسیان کی زینت بنایا ہوا ہے ایک زمانہ تھا کہ گھر گھر سے فجر کے بعد تلاوت قرآن کی آوازیں آیا کرتی تھیں لیکن افسوس ہے کہ اب مسلمان کے گھروں اور آبادیوں میں تلاوت قرآن کا رواج ختم ہو رہا ہے۔

بیانات کا مقصد

تو میرے بھائیو اور دوستو! جلسے بہت ہوتے رہتے ہیں، تقریریں بھی ہو جاتی ہیں،

بیانات بھی ہو جاتے ہیں لیکن اگر جو کچھ کہا جائے اس کو آدمی دامن جھاڑ کے اٹھ جائے تو ایسی تقریروں اور ایسے جلسوں کا کیا فائدہ کم از کم کچھ تو اپنے اندر تبدیلی لانے کا ارادہ کر کے بیٹھیں اور ارادہ کر کے اٹھیں،قرآن کریم جب سرکار دو عالم ﷺ کو فرما رہا ہے فاذا قرأناه فاتبع قرانه کہ آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے بنیادی مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کریں،تو ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے مجھے تو بڑا ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سورہ فرقان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عجیب بات فرمائی ہے کہ وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القران مهجورا اس وقت سے ڈرو کہ رسول آکر یہ شکایت کرے کہ اے پروردگار میری اس قوم نے تو قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

اگر چہ وہ ذات شفیع المذنبین ہے جس کی شفاعت ہمارا آخری سہارا ہے اگر وہ بھی جا کر اللہ تعالیٰ سے ہماری شکایت کرے کہ اس نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا تو بتاؤ ہمیں کہاں پناہ ملے گی؟ اس لئے ہر مسلمان یہ ارادہ کرے کہ اس کا کوئی دن قرآن کریم کی تلاوت سے خالی نہیں جائے گا صبح کو جب تک قرآن کریم کی تلاوت نہ کرلیں اس وقت تک کسی اور کام میں نہیں لگیں گے۔

قرآن کریم کی منزلیں

قرآن کریم میں جو منزلیں بنی ہوئی ہیں کسی زمانے میں ایک ہفتہ میں قرآن کریم ختم کرنے کا عام معمول تھا روزانہ ایک منزل،یہ منزل ہفتہ میں قرآن ختم کرنے کیلئے ہے پھر بعد میں لوگوں کے قوی کمزور ہوگئے تو منزل نہ رہی پارے ہوگئے لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ایک پارہ روزانہ پڑھ لے لیکن کسی کو اتنا موقعہ بھی نہ ہو تو آدھا پارہ کرلے،پاؤ پارہ کرلے،لیکن یہ عزم کر کے اٹھیں کہ اب ان شاء اللہ کوئی دن قرآن کریم کی تلاوت سے خالی نہیں جائے گا۔

حروف کی درست ادائیگی

پھر تلاوت بھی ایسی جیسا کہ قرآن کہہ رہا ہے فاذا قرأنه فاتبع قرانه اس طرح پڑھنا جیسا کہ وہ نازل ہوا،اب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہمارے ہاں ناظرہ پڑھتے ہیں مگر غلط، صحیح حروف طریقے سے ادا نہیں کرتے مجہول پڑھ رہے ہیں یا حروف کی ادائیگی کا طریقہ صحیح نہیں

ہے سین کو صاد پڑھ دیا صاد کو ثاء پڑھ دیا، ذرہ سے غلط طریقے سے حروف ادا کرنے سے معنی بدل جاتے ہیں تو اس کو سیکھنا چاہئے یہ کوئی بہت لمبا چوڑا کام نہیں بلکہ جتنا ضروری ہے اتنا مشکل نہیں ہے جیسے میں نے عرض کیا کہ انتیس حروف ہیں اگر ہر روز آدمی ایک حرف کو صحیح ادا کرنے کی مشق کرے تو انتیس دن میں جو ضروری کام ہے وہ پورا ہو جائیگا اگر ایک حرف پر دو دن بھی لگا دے تو دو مہینوں میں پورا ہو گا لیکن چونکہ توجہ نہیں، دھیان نہیں اس واسطے غلط قرآن کریم پڑھا جا رہا ہے، تو میرے بھائیو اور دوستو! کم از کم یہ پیغام لے کر ہم یہاں سے چلے جائیں کہ قرآن کریم روزانہ پڑھیں گے اور ٹھیک پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

قرآن کی معتبر تفسیر

پھر آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ثم ان علینا بیانہ پڑھانا بھی ہماری ذمہ داری، حفظ کرانا بھی ہماری ذمہ داری اور پھر اس کی تشریح بھی ہماری ذمہ داری، کیا معنی؟ یہ نہیں کہ قرآن کریم کا جس کے جو جی میں آئے کہے کہ میں تو قرآن صحیح سمجھتا ہوں، آج کل یہ عجیب فیشن چل پڑا ہے ایک سے ایک بڑا مجتہد پیدا ہو رہا ہے اور ایک سے ایک بڑا قرآن کریم کی تفسیر کرنے والا پیدا ہو رہا ہے اور بسا اوقات تو عربی بھی نہیں آتی ترجمہ پڑھ کے کہہ دیتا ہے کہ ہم نے ترجمہ پڑھ لیا جی یہ جو مولوی ملاں چودہ سو سال سے کہتے چلے آرہے ہیں سب بے کار ہے، سب لغو ہے انہوں نے نہیں سمجھا میں سمجھتا ہوں ایسے دعویدار بہت پیدا ہوئے، ارے بھائی! اگر قرآن صرف ترجموں سے سمجھ میں آجاتا یا صرف الفاظ کے معنی سمجھ لینے سے حاصل ہو جاتا تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیا فرما رہے ہیں کہ ثم ان علینا بیانہ کیا حضور اقدس ﷺ ترجمہ نہیں سمجھتے تھے کیا قرآن کے الفاظ کے معنی آپ ﷺ کو معلوم نہیں تھے بلسان عربی مبین واضح عربی زبان میں نازل ہوا جس کے معنی حضور اقدس ﷺ سے زیادہ کون جانتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا جا رہا ہے کہ ان علینا بیانہ ہمارے اوپر ہے ذمہ داری کہ اس کی تشریح کریں تو معلوم ہوا کہ صرف الفاظ کے معنی سمجھ لینے سے قرآن مجید کی تشریح نہیں ہوتی تشریح وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل فرمائی۔

تفسیر قرآن اور وحی غیر متلو

اور یہی آیت بتا رہی ہے کہ وحی کی ایک قسم وحی غیر متلو بھی ہوتی ہے قرآن کے علاوہ بھی وحی ہے، کیوں؟ جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم اس کی تشریح کریں گے تشریح کس کی کریں گے؟ جو وحی نازل ہوئی اس کی تشریح کریں گے تو تشریح کہاں سے کریں گے؟ فرما رہے ہیں کہ وہ تشریح جو ہوگی وہ قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہوگی اور وہ وحی غیر متلو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اپنی ذمہ داری جو لی وہ کس لئے لی؟ اگر قرآن کریم کے محض معنی سمجھنے سے اس کے تمام احکام واضح ہو جاتے پھر یہ کیوں فرمایا یعلمهم الکتٰب والحکمة آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھایا حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص عربی زبان سے خوب واقف تھا فصیح وبلیغ لوگ تھے عربی زبان کے شاعر تھے لیکن ان کو بھی سرکار دو عالم ﷺ قرآن کریم با قاعدہ پڑھا رہے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سرکار دو عالم ﷺ سے سورۃ بقرہ آٹھ سال میں پڑھی اور کس طرح پڑھی؟ فتعلمنا العلم والعمل والقرآن جمیعا اس کا مطلب کیا ہے یہ بھی سیکھا اس پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے یہ بھی سیکھا اس کو پڑھنے کا طریقہ کیا ہے یہ بھی سیکھا آج کے مجتہدین کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہم تو چشمہ لگائیں گے اور ترجمہ دیکھیں گے ترجمہ دیکھ کے جو ہماری سمجھ میں آیا وہ تشریح کر دیں گے العیاذ باللہ جس کام کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی جو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا اور صحابہ کرام نے پھر ساری امت کو سکھایا وہ محض اپنی ذاتی عقل اور سمجھ سے اس کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چودہ سو سال سے جو علماء تفسیر کرتے آرہے ہیں یہ غلط ہے اور ہم جو کہتے ہیں وہ صحیح ہے العیاذ باللہ العلی العظیم۔

ہر آسمانی کتاب رسول کے ساتھ نازل ہوئی

ارے! اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ کبھی کوئی کتاب بغیر رسول کے نہیں بھیجتے حالانکہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتے تو بڑی شاندار مجلد کتاب ہر ایک انسان کے پاس آجاتی ہر ایک صبح کو بیدار ہوتا تو سرہانے رکھی ہوئی ملتی اور آسمان سے آواز آجاتی کہ یہ ہماری کتاب ہے

اس پر عمل کرو لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے کبھی ایسا نہیں کیا ایک رسول ساتھ بھیجا ایک پیغمبر ساتھ بھیجا اور اس لئے بھیجا تا کہ وہ اس کتاب کی تعلیم دے اس کے اوپر عمل کرنے کا طریقہ بتائے اور اس کو سکھائے کہ کس طرح عمل کیا جاتا ہے انسان کیلئے تنہا کتاب کبھی کافی نہیں ہوسکتی۔ ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا　　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں　　　آدمی ہی آدمی بناتے ہیں

تو اس واسطے ایسی مثالیں ہیں کہ پیغمبر آئے اور کتاب نہیں آئی یعنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر تو بھیجے لیکن کوئی نئی کتاب نہیں بھیجی اور ایسی ایک مثال نہیں ہے کہ کتاب آئی ہو اور پیغمبر نہ آیا ہو، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسان کی نفسیات کو کون جانتا ہے کہ اس کیلئے تنہا کتاب کافی نہیں ہوا کرتی جب تک کہ کوئی معلم نہ ہو، مربی نہ ہو، سکھانے والا نہ ہو، کسی بھی دنیا کے علم وفن کو آدمی کتاب سے نہیں سیکھا کرتا کوئی ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ کے کہہ دے کہ میں ڈاکٹر بن گیا تو قبرستان ہی آباد کرے گا اور کوئی خدمت انجام نہیں دے گا اسی طرح کوئی یہ شخص چاہے کہ انجینئرنگ کی کتابیں پڑھ کر میں انجینئر بن جاؤں یہ نہیں ہوسکتا بلکہ کھانا پکانے تک کی ترکیبیں بھی اگر کتاب میں دیکھ کر کوئی کھانا پکانا چاہے گا تو پتا نہیں کیا ملغوبہ تیار کرے گا جب تک کسی ماہر پکانے والے کی صحبت میں رہ کر اس سے نہ سیکھا ہو۔

تو پیغمبران عالی مقام درحقیقت اس لئے تشریف لاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو صحیح طریقہ سے سمجھائیں اور اس پر عمل کرنے کا صحیح طریقہ بتائیں لہٰذا دین کی صحیح تشریحات وسمجھ سرکار دوعالم ﷺ کی ان تشریحات کے بغیر نہیں ہوسکتیں جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائیں صحابہ کرام نے بعد کے بزرگوں کو سکھائیں اور اس وقت سے لیکر آج تک یہ سلسلہ اسی طرح متوارث چلا آرہا ہے جو شخص اس متوارث سلسلے میں سے ہٹ کے کھڑا ہو کے دعویٰ کرنا شروع کردے تو وہ درحقیقت دین کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھتا لہٰذا کبھی ایسے لوگوں کے دھوکے میں نہ آنا اور اپنے آپ کو انہی متوارث علم رکھنے والے علماء سے وابستہ رکھنا ضروری ہے جنہوں نے قرآن کریم کے پڑھنے کا صحیح طریقہ اور اس کی صحیح تشریح جو سرکار دوعالم ﷺ سے

امت کو پہنچی اس کو ہم تک پہنچایا۔اور اگر ادھر ادھر جاؤ گے تو فتفرق بکم السبیل کہ اللہ کے راستے سے پتا نہیں کوئی کہاں بھٹکا کے لے جائے گا جیسا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لن یصلح اخرھذہ الامۃ الا بما صلحت اولھا اس امت کے آخری لوگ بھی اسی طرح ٹھیک ہوں گے جیسا کہ پہلے لوگ ٹھیک ہوئے جو طریقہ ان کا تھا اس طریقہ پر جن اہل علم کو آپ دیکھ رہے ہیں انہی کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیں اور ان سے ہٹ کر جو لوگ طرح طرح کی دعوتیں دے رہے ہیں ان کے دھوکے میں نہ آئیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھیں آمین۔

دینی مدارس کی اہمیت

اور بھائی یہ مدارس جو ہیں یہ چونکہ اسی مقصد کیلئے قائم ہوئے ہیں لہٰذا ان کے اندر ضرورت ہے کہ اپنے بچوں کو اپنی اولاد کو ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا جائے جب تک کہ بچہ قرآن کریم صحیح طریقہ پر نہ پڑھ لے اس وقت تک اس کو کسی اور کام میں نہ لگایا جائے اور خود بھی قرآن کریم کی تلاوت کی پابندی کریں اور اپنی اولاد میں سے کچھ کو پورا علم دین حاصل کرنے کیلئے فارغ کیا جائے اور اگر کسی سے یہ کام نہ ہو پایا ہو تو ان دینی مدارس سے کسی بھی حیثیت سے تعاون جو ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے اس عظیم کام میں حصہ لینے کی برکات لے کر آئے گا، جس طرح بھی کوئی آدمی تعاون کرے دامے، درہمے، قدمے، سخنے، مالی تعاون ہو، جسمانی تعاون ہو جس کا جو تعاون ہوگا اس کے ذریعے جو اللہ تبارک وتعالیٰ علماء پیدا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے علم کی برکات میں ان تعاون کرنے والوں کا بھی حصہ ہوگا اور یہ ان کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے ہمیں ان اداروں کی صحیح قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

ع گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

سرزمین ہند میں چند روز (قسط ۲)

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع منعقدہ ۱۴۰۰ھ میں شرکت اور تھانہ بھون، جلال آباد، نانوتہ کلیا دگار سفر

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اس سفر میں تھانہ بھون کی حاضری ہمارا ایک بڑا مقصد تھا لیکن قانونی دشواریوں کی بناء پر اس کا پورا ہونا مشکل نظر آ رہا تھا تاہم جب معلوم ہوا کہ وہاں کی حاضری بغیر کسی دشواری کے ممکن ہے تو بہت خوشی ہوئی، یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الامۃ مجدد ملۃ قدس سرہ کی ذات گرامی کسی رسمی تعارف سے بالاتر ہے میں نے اپنے بچپن ہی سے آپ کا مبارک نام سنا اور اسی وقت سے ہی اپنے دل میں آپ سے بیحد محبت وعقیدت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت والد صاحب مدظلہم نے بچپن میں ہی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مدرسہ امدادالعلوم میں قرآن پاک حفظ کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی سعادت حاصل کی اور جس وقت علم ومعرفت کا یہ عظیم آفتاب غروب ہوا اس وقت حضرت والد صاحب کی عمر مبارک اکیس سال تھی حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے وفات سے دو ماہ قبل جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ میں حضرت والد صاحب مدظلہم کا نکاح بھی علالت کے باوجود خود ہی پڑھایا تھا۔

حضرت جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ حضرت اقدس تھانوی کے خاص صحبت یافتہ اور نہایت معتمد اصحاب اور متعلقین میں سے تھے آپ نے خانقاہ امدادیہ میں عرصہ دراز تک حضرت حکیم الامت کی زیر نگرانی فتاویٰ کا کام کیا اور حضرت تھانوی نے آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کا نام ''تتمہ امداد الاحکام'' تجویز فرمایا، فتاویٰ کا یہ ذخیرہ مجلس خیر میں کراچی ۱۴ میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔

غرضیکہ ہمارے گھرانہ کو شروع سے ہی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی ذات بابرکات سے خاص قلبی تعلق اور انس ہے اور اسی تعلق ومودت کو اپنے لئے باعث سعادت اور

ذریعہ نجات تصور کرتے ہیں تھانہ بھون جانے کی تمنا بھی اسی لئے میرے سینہ میں ہمیشہ سے تھی اللہ تعالیٰ نے ہماری اس آرزو کو پورا فرمانا تھا اور ہمارے مقدر میں وہاں حاضر ہونا لکھا ہوا تھا اس لئے ہم صبح نماز فجر کے بعد اس مبارک سفر کیلئے روانہ ہوئے۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاضری

مورخہ ۶/ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ ۲۴/ مارچ ۱۹۸۰ء بروز پیر

اس روز کے قلبی تاثرات کو قلم بند کرنا مجھے نہایت مشکل لگ رہا ہے برسوں کی تمنا اور آرزو کا پورا ہونا بھی اللہ جل شانہ کا ہی فضل وکرم اور خصوصی انعام تھا جس کیفیت سے یہ سفر ہوا قلم اس کی تصویر کشی سے عاجز اور قاصر ہے اور نہ ہی الفاظ میں طاقت کہ وہ اس موڑ پر مجھ جیسے شکستہ قلم کی امداد کر سکے۔

تھانہ بھون کی طرف میری زندگی کا یہ پہلا سفر اور نہایت ہی اہم سفر تھا اور کئی وجہ سے اس نے اس راقم کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں جس کو تحریر ہذا کے لکھتے وقت بھی میں محسوس کر رہا ہوں، بہر حال آمدم برسر مطلب، صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر ناشتہ کے بعد ہم صاحب مکان جناب حافظ وزیر علی صاحب کی معیت میں تھانہ بھون صانها الله تعالى الى يوم القيامة عن الشرور والفتن کیلئے روانہ ہوئے جوں جوں راستہ طے ہوتا جاتا تھا دل کی کیفیت دگر گوں ہوتی جاتی تھی راستہ میں نانوتہ بھی آیا اور پھر جلال آباد کے مدرسہ مفتاح العلوم اور مسجد کے مینار بھی نظر آئے لیکن ہم نے تھانہ بھون کا سفر جاری رکھا، خدا خدا کر کے تھانہ بھون کا اڈا بھی آ گیا جس کا برسوں سے انتظار تھا سب سے پہلے ہم مدرسہ اشرفیہ میں پہونچے اس کے مہتمم جناب حضرت مولانا حامد حسن صاحب مدظلہم حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے ہیں لیکن چونکہ وہ مدرسہ میں موجود نہ تھے اس لئے ان سے ملاقات نہ ہوسکی پھر اس قصبہ کی جامع مسجد میں وضو کر کے دو نفل پڑھے اس مسجد میں حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے بہت وعظ فرمائے ہیں جن سے ایک مخلوق اب تک برابر سیراب ہو رہی ہے وہاں سے دکان معرفت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی راہ لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھ جیسے ناکارہ کو بھی حضرت

والد ماجد مدظلہ العالی کی ذات اقدس کے صدقے اس بابرکت اور مقدس زمین پر قدم رکھنے کا موقع مل گیا فللہ الحمد ولہ الشکر ۔میری زندگی کا یہ عظیم اور خوشگوار وقت تھا اس وقت دل میں طرح طرح کے خیالات کروٹیں لے رہے تھے اس خوشی ومسرت کے ساتھ حسرت بھرے جذبات بھی شامل تھے اس طرح قلب مذبذب برسوں پہلے کے حالات کا مطالعہ کر رہا تھا۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور وہاں بنی ہوئی جگہ پر جوتے رکھے اور حوض کی طرف کو ہوتے ہوئے خانقاہ کی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھے پھر سہ دری کو وہیں سے دیکھا اور باہر نکل کر شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سہ دری میں گئے اور حضرت حکیم الامت تھانوی کی نشست گاہ کی حضرت والد صاحب مدظلہ نے نشاندہی فرمائی۔

سہ دری میں حضرت حکیم الامۃ کا نظام الاوقات بھی آویزاں ہے جو حضرت کی حیات میں سہ دری کے باہر ہوتا تھا ع جائے استاد خالیست والا منظر تھا کتب خانہ بند تھا مگر الماریوں سے اندر کی کتابیں نظر آ رہی تھیں یہی وہ کتب خانہ ہے جہاں پر شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے بیٹھ کر بیس سال احناف کی تائید میں حدیث کی مایہ ناز کتاب اعلاء السنن بیس جلدوں میں تحریر فرمائی اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی روح کو خوش فرما دیا حضرت جد امجد مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے عرصہ دراز تک اسی جگہ پر بیٹھ کر تالیف وتصنیف اور فتویٰ کا بہترین اور بے مثال علمی کارنامہ انجام دیا حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔

خانقاہ امدادیہ کے زمانہ میں حضرت علامہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ نے جو فتاویٰ تحریر فرمائے تھے حکیم الامت حضرت تھانوی نے ان کا نام ''امداد الاحکام'' اور حضرت جد امجد کے تحریر فرمودہ فتاویٰ کا نام ''تتمہ امداد الاحکام'' تجویز فرمایا تھا[1] افسوس کہ آج یہ علمی مرکز خالی نظر آ رہا تھا سہ دری بھی خالی تھی اور کتب خانہ بھی مقفل تھا غرضیکہ ایک سکوت کا عالم طاری تھا حضرت والد صاحب مدظلہ کو اس کا ازحد افسوس تھا اور ان کیلئے اس منظر کا مشاہدہ ناقابل برداشت

(۱) فتاویٰ کا یہ عظیم مجموعہ اب ''امداد الاحکام'' کے نام سے چار جلدوں میں مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

تھا کیونکہ انہوں نے اس جگہ کو کبھی موسم بہار کی حالت میں دیکھا تھا جس وقت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی کی خدمت اقدس میں ہر خطہ سے لوگ استفادہ کیلئے امڈ کر آ رہے تھے اور حضرت رحمہ اللہ انکو اپنے عالی قدر فیوضات سے نواز رہے تھے اور کتب خانہ میں حضرات علماء کرام تصنیفی تالیفی اور فتوی نویسی کے کام میں مشغول تھے اور خانقاہ امداد یہ مرجع خلائق تھی اور اب گویا موسم خزان کا عالم تھا اسے دیکھ کر دل میں ایک عجیب کیفیت اور حسرت تھی بس گویا خانقاہ کا یہ منظر اس ناچیز کی ناقص نظر میں ''چونکہ گل رفت وگلستان شد خراب'' کا مصداق تھا مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ المتوفی ۱۳۹۶ھ نے حضرت کی وفات کے بعد خانقاہ کی سہ دری میں آپکی نشست گاہ کو خالی دیکھ کر بڑی حسرت سے اپنی کیفیت کو ان اشعار میں بیان فرمایا تھا:

کبھی یہ جگہ منزل اولیاء تھی — فرشتوں کی محفل تھی بزم ہدیٰ تھی
یہ مسکن تھی اک دن حکیم امم کا — ہوا اس کی ہر ایک مرض کی دوا تھی
یہ چھوٹی سی بستی یہ چھوٹی سی مسجد — یہ چھوٹی سی مجلس خدا جانے کیا تھی
منور ہوا جس سے عالم دوبارہ — مجدد کی مجلس تھی نور خدا تھی

دل سے دعا ہے کہ خدا تعالی پھر کوئی ایسا آدمی پیدا فرما دیں جو خانقاہ کو اسی طرح آباد کرے جیسا کہ حضرت شیخ الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالی کے بعد حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے اس کو آباد فرمایا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو جو ہدایت کے راستہ سے دور تھے اپنے علمی مواعظ اور بے مثال تصانیف اور فتاوئی کے ذریعہ صراط مستقیم پر ڈال دیا فجزاهم الله تعالى عنا وعن سائر المسلمين خيرا الجزاء في الدارين اللهم ارفع درجاتهم في اعلى عليين آمين ثم آمين۔

اس کے بعد ہم سہ دری میں ہوتے ہوئے زینہ سے اوپر کی منزل پر چڑھے اور طالبین وذاکرین سے جو کمرے بھرے رہتے تھے ان کو دیکھا کہ تمام خالی تھے، الله اكبر، كل من عليها فان۔ ع اللہ بس باقی ہوس ع رہے نام اللہ کا۔

اس منزل پر وہ کمرہ بھی کھلا ہوا تھا جس میں جد امجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ قیام فرمایا کرتے تھے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا وہ کمرہ جس میں آپ تصنیف کا کام فرمایا کرتے تھے مقفل تھا ہم نے پاس جا کر باہر سے دیکھا اندر کچھ کتابیں رکھی تھیں، یہی وہ بابرکت مقام تھا جس سے سینکڑوں کتابیں نکل کر عالم کے گوشہ گوشہ میں پہونچیں اور پوری دنیا کو انہوں نے علم وعمل کے انوار سے منور کردیا، اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ حمدا کثیرا۔

حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی جو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں ان سے ملاقات ہوئی اور خانقاہ کے دوسرے کمروں کی بھی زیارت کی پھر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر فاتحہ خوانی کیلئے روانہ ہوئے حضرت کا مزار مبارک حضرت ہی کے وقف کردہ زمین میں ہے حضرت نے یہ جگہ خرید کر خانقاہ امدادیہ کے طالبین وذاکرین جو یہاں فوت ہو جائیں اور اپنے خاندان کیلئے وقف کردی تھی اور اس کا تاریخی نام ''قبرستان عشق بازاں'' ہے جس سے ۱۳۴۴ھ کا سن برآمد ہوتا ہے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کے متعلق ایک مدحیہ تاریخی قصیدہ عربی میں بھی تحریر فرمایا تھا جو اس وقت ماہنامہ النور بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ میں طبع ہوگیا تھا اس میں سے ایک تاریخی شعر یہاں نقل کر رہا ہوں جو یہ ہے:

ان یسئلوک این ربا حین طیبۃ قل اشرف المقابر نجم منور

۱۳۴۴ھ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی قبر شریف کیلئے اس جگہ کا انتخاب حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت جد امجد مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا ''خاتمۃ السوانح'' میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''یہ جگہ واقعی مناسب تھی جس نے دیکھا اس کو پسند کیا''۔

اس وقف کردہ مبارک خطہ میں سب سے پہلی قبر حضرت مولانا شاہ لطف رسول صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی بنی، ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر

پہنچ کر فاتحہ خوانی کی اس وقت دل میں نا قابل بیان کیفیت تھی اللہ اکبر ایک شیخ کامل اور رہبر امت کو آج ہم منوں مٹی کے نیچے دیکھ رہے ہیں جس ذات بابرکت کے پاکیزہ ملفوظات ،مواعظ اور رسائل وکتب سے ہزاروں عوام وخواص استفادہ کرتے تھے آج وہ عظیم المرتبت ہستی بالکل خاموش ہے۔

و کاد القلب ان ینشق لما ٭ رئیتك فی التراب لك المقیل

(علامہ ظفر احمد تھانوی)

اللّٰھم ارفع درجا تہ فی اعلی علیین آمین۔

احقر اگر چہ ہر لحاظ سے کورا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے اب تک بڑے بڑے علماء وصلحاء کی قبور کی زیارت کی ہے مگر جیسے حضرت حکیم الامت کی قبر مبارک پر حاضری دے کر مجھ کو سکون ملا ایسا سکون کسی اور ولی کی قبر پر نہیں نصیب ہوا۔اللہ تعالی ان کے پاک مزار کو اپنے انوار سے بھر دیں اوران کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ پر مقام عطا فرمائیں اور ہمیں انکی کتب مواعظ ملفوظات سے استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں ،آمین ۔

حضرت کے مزار کے ساتھ ہی دوسری قبر بڑی پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی ہے ،حضرت کے بھائی منشی محمد مظہر صاحب اور جناب مولانا ظہور الحسن صاحب رحمہم اللہ کی قبریں اسی قبرستان میں حضرت کے مزار مبارک کے پاس ہیں ان پر بھی ہم نے فاتحہ خوانی کی ۔یہ قبرستان بڑا مبارک ہے اور باغ کی شکل میں ہے اس خطہ کی اس سے بڑھ کر کیا قدر ومنزلت ہوگی کہ اس میں حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نادر روزگار ہستی کی قبر شریف موجود ہے ۔

وہاں سے رخصت ہوکر ہم نے حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ جو حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں شہید ہوئے کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور وہاں سے حضرت شیخ محمد صاحب تھانوی المتوفی ۱۲۹۶ھ (یہ بزرگ بھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی حضرت اقدس شاہ اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں نسائی شریف پر آپ کا حاشیہ بھی ہے) کے مزار پر حاضری ہوئی پھر ہم نے حضرت شاہ ولایت رحمہ اللہ جو حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے کے مزار پر انوار پر حاضر ہوکر

فاتحہ خوانی کی اور وہاں سے دوبارہ خانقاہ آئے حضرت رحمہ اللہ کے دونوں مکان اور جس مکان میں حضرت والد صاحب مدظلہ العالی اور احقر کے جدامجد رہا کرتے تھے وہ بھی دیکھے۔

خانقاہ میں دوبارہ آکر اس کا نقشہ بھی وہاں سے لیا اور جناب مولانا مولوی نجم الحسن صاحب نے حضرت والد صاحب مدظلہ سے پتہ بھی لکھوایا اور پھر الوداعی نظروں سے خانقاہ کو دیکھتے ہوئے صد حسرتوں سے با دل ناخواستہ واپس ہوئے گو اس ناکارہ ظلوم وجہول نے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی زیارت نہیں کی مگر آپ کی جگہ، مسکن وطن، نشست گاہ ان تمام چیزوں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا اور ع جائے بزرگاں بجائے بزرگاں والی مشہور مثال کو پڑھ کر اپنے دل کو تسلی دی اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت کے مزار مبارک پر حاضری نصیب ہوگئی اور میرے لئے یہ بھی انعام خداوندی سے کم نہیں اس لئے یہ عبد ضعیف اس پاک ذات کا شکر ادا نہیں کرسکتا اس پر صرف یہ کہا جاسکتا ہے۔ ع شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۱۷ھ کے زمانہ حیات میں بہت آباد تھی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی، عارف باللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے مایہ ناز اکابرین راہنماء ملت بلند پایہ ہستیاں حضرت اقدس حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خانقاہ کو رونق بخشتی تھیں حضرت حاجی صاحب کے پیر بھائی حضرت حافظ ضامن شہید اور حضرت شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہما بھی اسی خانقاہ میں تشریف فرما ہوتے تھے خانقاہ میں حضرت حافظ کا حجرہ بھی ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ہجرت مکہ شریف زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً کے بعد یہ خانقاہ جو انکی موجودگی میں دکان معرفت کہلاتی تھی بے آباد ہوگئی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۰۱ھ میں فارغ ہو کر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں بطور مدرس تشریف لے گئے اور ۱۳۱۴ھ تک اسی مدرسہ میں تمام درسی کتابوں کا سبق دیا ادھر حضرت اقدس حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت کو تحریر فرمایا کہ ''اگر آپ کا ارادہ

جامع العلوم چھوڑنے کا ہو جائے تو پھر خانقاہ میں آ کر اس کو آباد کیجئے اور کہیں ملازمت اختیار نہ فرمائیں'' چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ وہاں سے ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف میں تھانہ بھون تشریف لے آئے یہاں ۴۷ سال ۱۳۶۲ھ تک اس خانقاہ کو مرجع علماء وصلحاء اور خلائق بنائے رکھا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو ایک سہ دری اور دو حجرے تھے ان میں بہت اضافہ فرمایا اور یہ خانقاہ اب دو منزلہ عمارت پر مشتمل ہے۔

اس طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا پوری ہوئی اور خانقاہ شریف آباد ہوگئی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ''خانقاہ امدادیہ'' رکھ دیا اب یہ خانقاہ حضرت حکیم الامت کے نام مبارک اور حضرت حاجی صاحب کے اسم شریف سے مرکب ہو کر اطراف عالم میں متعارف ہے یعنی ''خانقاہ امدادیہ اشرفیہ''۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ بھی اس خانقاہ کے دوبارہ آباد ہو جانے کا مژدہ سن کر بہت مسرور ہوا کرتے تھے اور حضرت گنگوہی کی یہ تمنا تھی کہ میں ایک مرتبہ پھر اسکو دیکھوں مگر کیونکہ آخر عمر میں حضرت کی بینائی جاتی رہی اس لئے آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔ غرضیکہ حضرت تھانوی نے اس خانقاہ کو خوب آباد فرمایا اور اس کا نام ایسا روشن کیا کہ اب اسکو کوئی فراموش نہیں کر سکتا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خانقاہ میں اصلاح وتربیت امت کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے اس کے پیش نظر بجا طور پر آپ کو حکیم الامت اور مجدد ملت کا لقب ملا واقعۃً اصلاح امت حضرت کا ایک ایسا تجدیدی کارنامہ ہے کہ جس کی مثال صدیوں میں نہیں ملتی۔ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمنا تھی کہ تربیت امت اور اصلاح امت کے اس کام کو میرے بعد بھی جاری رکھا جائے چنانچہ حضرت نے اپنی اس تمنا کا اظہار یوں فرمایا ہے:

''جو مدرسہ دینیہ فی الحال میرے تعلق میں قائم ہے جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے...... میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو اس کے طرز کو جس کا مہتم بالشان جزتربیت اخلاق واصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر وبرکت کی امید ہے''۔

احقر کے ناقص خیال میں اس وقت اس بات کی بہت ضرورت ہے اس خانقاہ میں حضرت ہی کے خلفاء میں سے کوئی مقدس ہستی مستقل طور پر قیام پذیر ہو کر تربیت واصلاح کا آغاز فرمادیں تا کہ حضرت رحمہ اللہ کی یہ تمنا اور خوشی پوری ہو سکے۔میری یہ تحریر غیر اختیاری طور پر طول اختیار کرتی جارہی ہے مگر ''حکایت لذیذ بود دراز گفتم'' اور سچی بات یہ ہے کہ ''حسن این قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد'' بہرحال اب پھر اصل مضمون کی طرف عود کرتا ہوں۔

ہم خانقاہ سے نکلنے کے بعد رکشہ میں بیٹھ کر جلال آباد پہونچ گئے یہ قصبہ جلال آباد تھانہ بھون سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہم العالی جو حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی کے خاص مجازین بیعت میں سے ہیں اور جلال آباد میں بڑا عظیم الشان مدرسہ جس کی بنیاد حضرت تھانوی نے رکھی تھی ''مفتاح العلوم'' کے نام سے موجود ہے آپ اس کے سرپرست اور نگران ہیں دارالعلوم دیوبند ومظاہر العلوم سہارن پور کے بعد اسی مدرسہ کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے باقاعدہ تمام کتب کی تعلیم بڑی قابلیت کے ساتھ دی جاتی ہے حضرت علامہ مولانا محمد رفیق صاحب مدظلہم مدرسہ کے مہتمم ہیں جو حضرت والد صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم کے تھانہ بھون اور دیوبند کے زمانہ تعلیم کے ساتھی ہیں حضرت مولانا شیخ مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ العالی مکان پر ہی تشریف فرما تھے اور زائرین وصادرین حضرت کے حلقہ بگوش تھے ہم پہلے وہیں پہونچے حضرت والد صاحب مدظلہ کو آپ نے پہچان لیا ہم سب نے مصافحہ کیا چند منٹ وہاں پر بیٹھے حضرت والد صاحب نے حضرت مولانا سمیع اللہ خان صاحب مدظلہ کا پتہ کرایا لیکن وہ کہیں جاچکے تھے اس وقت وہاں موجود نہیں تھے پھر حضرت والد صاحب نے واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ ''ابھی تو آرہے ہو اور ابھی واپسی کی اجازت'' حضرت والد صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ رات کو اسپیشل ٹرین واپس جارہی ہے اس سے واپسی ہوگی اس لئے مختصر وقت کیلئے پہلے تھانہ بھون گئے اور واپسی میں یہاں زیارت ہوگئی تو فرمایا کہ ''تھانہ بھون جانا تو فرائض میں سے تھا یہ تو مستحبات میں سے ہے''۔

حضرت والد صاحب نے اپنے لئے دعا کو کہا تو فرمایا کہ ''خدا تعالیٰ باطنی روشنی کی طرح

ظاہری بینائی میں بھی اضافہ فرمائیں''، پھر سب نے واپسی کا مصافحہ کیا میں نے مصافحہ کیا تو بڑی دعائیں دیں''خدا تعالیٰ اور حلیم بنائیں عالم باعمل کریں'' اللہ تعالیٰ حضرت کی دعاؤں کو ہمارے حق میں قبول فرماویں، آمین۔ اس کے بعد مدرسہ اور مسجد میں ایک چکر لگایا اور نانوتہ جا کر اترے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نادر روزگار اور بے مثال شخصیتیں وجود میں آئیں اور اس جگہ کو انکے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔صدر المدرسین مدرسہ عربی اسلامی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۰۲ھ کا مزار مبارک اسی جگہ ہے، ہم نانوتہ اترے اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک تلاش کر کے اس پر پہنچے حضرت کا مزار سڑک کے بالکل قریب اڈے سے کچھ گز کے فاصلہ پر ہے حکیم الامت حضرت تھانوی جیسی عظیم ہستی آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتی ہے حضرت مولانا منیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر بھی بالکل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کی قبر کے ساتھ ہے ہم نے وہاں ان اکابرین کے مقدس اور پاکیزہ مزارات پر فاتحہ خوانی کی اور پھر وہاں سے چل دیئے، گنگوہ نانوتہ ہی سے بس جاتی ہے ہمارا خیال تھا کہ اب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ المتوفی ۱۳۲۳ھ کے آستانہ پر بھی حاضری ہو مگر صاحب مکان حافظ وزیر علی صاحب چونکہ ہمارے ہمراہ تھے اور ان کا شدید تقاضا واپسی دیوبند کا تھا کیونکہ وہ دیوبند میں کسی کے ہاں وقت مقرر کر کے آئے تھے اس لئے ہم کو اس عظیم دولت سے محروم ہو کر دیوبند جانا پڑا اور دیوبند میں واپس آ کر ہم نے ظہر کی نماز ادا کی۔تھانہ بھون، نانوتہ، جلال آباد کا یہ سفر اگرچہ مختصر ہوا مگر حقیقت کے لحاظ سے یہ بہت بڑی سعادت تھی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرما دی تھی۔

این سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فللّٰہ الحمد ولہ الشکر مگر گنگوہ نہ جانے کا ازحد قلق رہا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا اس لئے ہم نہ جا سکے، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، حق تعالیٰ پھر یہاں کی حاضری کا موقع عطا فرمائیں

اور گنگوہ شریف کی زیارت بھی نصیب ہو جائے، آمین۔

دس بجے رات کو ریل سے روانگی تھی اس لئے ظہر پڑھ کر ہم بازار میں نکل گئے احقر نے تاریخ دارالعلوم دیوبند مکمل دو جلدیں اور پندرہ روزہ عربی رسالہ الداعی، ماہنامہ تجلی کا دارالعلوم دیوبند نمبر وغیرہ کتب خریدیں اس میں عصر کا وقت تنگ ہو گیا دیوبند کی جامع مسجد میں نماز پڑھی اور پھر دارالعلوم کے قریب پہونچ گئے وہاں سے ایک دو کتابیں لیں اور مغرب کی نماز گھر کے قریب ہی مسجد میں ادا کر کے گھر پہونچے سامان وغیرہ باندھ کر تیار ہو گئے پھر عشاء کی اذان ہوئی اور ہم نے اپنا سامان وغیرہ رکشہ میں رکھا اور صاحب مکان اور انکے دوسرے رشتہ داروں سے الوداعی ملاقات کر کے دوسرے رکشہ میں بیٹھ کر اسٹیشن پر روانہ ہوئے۔

وہاں پہلے ہی اسپیشل ٹرین مسافروں کی منتظر تھی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ہمیں ایک ڈبہ میں اچھی جگہ مل گئی عشاء کی نماز ہم پڑھ چکے تھے اس لئے اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے ہم آٹھ بجے ریلوے اسٹیشن پہونچ گئے تھے لیکن اعلان کے مطابق دس بجے ٹرین دیوبند کے اسٹیشن سے اٹاری کیلئے روانہ ہوئی اس وقت ہماری عجیب کیفیت تھی شدت سے دل میں دارالعلوم کا نقشہ اور عظیم اجتماع کا سماں اکابرین دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات مقدسہ پر گذرے ہوئے لمحات تھانہ بھون کا سفر خانقاہ اور حضرت تھانوی قدس سرہ کے مزار مبارک کا نہ مٹنے والا خاکہ جلال آباد اور نانوتہ میں حضرت صدر المدرسین نور اللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری وغیرہ مختلف قسم کے گہرے نقش جن کا دل سے محو ہونا تا دم واپسی ناممکن ہے گھومنے لگے اس وقت دل یہی شہادت دے رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو پھر بھی ان مقامات پر ضرور حاضری ہوگی وما ذلك على الله بعزيز، ساری رات ٹرین چلتی رہی مگر ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی پورا وقت راحت سے گذرا۔

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ۲۵/ مارچ ۱۹۸۰ء بروز منگل

ظہر سے پہلے اسپیشل ٹرین اٹاری پہونچ گئی وہاں حسب قانون پاسپورٹ وغیرہ کا اندراج ہوا اور سامان پر سفید لکیریں کھینچ دی گئیں ہم اس مرحلہ سے نکل گئے اور پھر وہیں ظہر کی نماز پڑھی اتنے میں اٹاری سے لاہور تک جانے والی اسپیشل گاڑی آ گئی ہم نے جگہ وغیرہ روکی اور آرام سے بیٹھ گئے۔

وقت پر گاڑی روانہ ہوئی اور اٹاری سے لاہور تک کے مختصر سفر کے بعد ہم ریلوے اسٹیشن لاہور پہونچ گئے وہاں بھی قانونی کاروائی کی گئی لیکن پاکستان اور ہندوستان کے عملہ نے مسافروں کا کسی قسم کا کوئی سامان وغیرہ چیک نہیں کیا اور کسی بھی فرد کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی تاہم اس کے باوجود ہم نے وہاں سے کوئی چیز بھی جس کی اجازت قانون میں نہ تھی اپنے سامان میں نہیں رکھی بلکہ قانون میں جن چیزوں کی اجازت تھی وہ بھی نہیں لائے۔ ریلوے لاہور پر اٹاری سے لاہور تک کے سفر کا ٹکٹ لیا گیا اس کے بعد وہاں سے نکلے اور اپنے وطن عزیز پاکستان میں آزادی کی جگہ قدم رکھا اس طرح ہمارا ہندوستان کا یہ سفر مکمل ہوا۔

ادھر پہلے سے ہی اسٹیشن پر ہمارے انتظار میں عمی المکرّم والمحترم جناب سید عبدالعلیم ترمذی دام ظلہم اور چودھری محمد شفیع صاحب موجود تھے چنانچہ ہم نے باہر نکل کر سمن آباد تک پہونچنے کیلئے ٹیکسی کا انتظام کیا حضرت والد صاحب مدظلہ العالی، حضرت مولانا سید صادق حسین صاحب مدظلہ، جناب حاجی حکیم عبدالعزیز صاحب اور یہ ناچیز گاڑی میں اور عمی المکرّم و چودھری محمد شفیع صاحب رکشہ میں سمن آباد بوہڑ والا چوک مکان 268N لاہور پہونچے مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا شمس الرحمٰن صاحب ریلوے اسٹیشن لاہور پر ہی ملاقات کر کے وہیں سے اپنے پروگرام کے مطابق روانہ ہو گئے تھے چچا صاحب عصر کی نماز سے پہلے ہی لاہور سے جوڑہ کلاں جہاں وہ امتحان کے سلسلہ میں پرچوں کے نگران تھے واپس چلے گئے نماز عصر کے بعد شاہ صاحب اصرار کے بعد جھنگ کیلئے روانہ ہو گئے لیکن ہمارا رات کو سمن آباد میں قیام رہا۔

حضرت مولانا فیض احمد صاحب دامت برکاتہم اور جناب ڈاکٹر مطیع الرحمٰن صاحب کو ہم نے اپنے ہندوستان کے سفر اور صد سالہ اجتماع کے تفصیلی حالات سنائے یہ حضرات بہت ہی مسرور و محظوظ ہوئے تقریباً ساری رات یہی موضوع چلتا رہا نماز فجر سے قبل تھوڑی دیر ہی آرام کیا۔

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ ۲۶/ مارچ ۱۹۸۰ء بروز بدھ

نماز فجر کے بعد احقر اور حاجی حکیم عبدالعزیز صاحب جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن گئے حضرت مولانا ممتاز احمد صاحب تھانوی اور حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی اور دیگر علماء کرام

سے ملاقات ہوئی پھر واپس ٹمن آباد آ گئے اور وہاں سے اڈہ پر پہونچے گیارہ بجے کے قریب ویگن روانہ ہوئی ظہر کی نماز راستہ میں پڑھی اور پھر سرگودھا پہونچ گئے وہاں ہم نے کچھ قیام نہیں کیا بلکہ بس میں بیٹھ کر ساہیوال پہونچ گئے دو طالب علم اڈے پر موجود تھے مدرسہ میں پہونچ کر نماز عصر ادا کی بحمداللہ تعالیٰ اس سفر میں بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اس رب کریم کا کیسے شکر ادا کروں جس کے بے پایاں احسانات سے اس عاجز ناکارہ کی گردن جھکی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر تقصیر پر یہ اپنا خاص فضل واحسان فرمایا کہ مجھے بھی دارالعلوم دیوبند، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون اور جلال آباد و نانوتہ کے مبارک سفر کی توفیق عطا فرمائی فللہ الحمد ولہ الشکر حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ العالی کے طفیل ہی چونکہ مجھے یہ تمام انعامات حاصل ہوئے ہیں اس لئے دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائیں اور ان کے علم سے ہمیں مستفیض ہونے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب فرمائیں آمین۔

اس تحریر کے ختم پر ایک مرتبہ پھر تحریر ہے کہ اللہ جل شانہ تمام اکابرین دیوبند جنہوں نے ہم تک دین متین کو پہونچا کر ہم پر احسان فرمایا ہے کی قبور کو انوار سے منور فرمائیں اور جو حضرات بقید حیات ہیں ان کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور انکے فیوضات عالیہ کو مزید عام وتام فرماویں اور اس ناچیز کو ان کے اتباع کی توفیق بخشیں، آمین بحرمة النبي الامين عليه وعلى آله الف الف صلوة وتسليم الى يوم الدين آمين ثم آمين، والسلام۔

احقر نے یہ تحریر چونکہ سفر دیوبند سے واپسی پر محض اپنی یادداشت اور حافظہ کی مدد سے تقریباً تین ہفتہ بعد لکھی ہے اس لئے اس میں یقیناً بہت سے واقعات کا ذکر نہیں آیا ہوگا تاہم جو کچھ یاد آیا یادداشت اور نقش اول کے طور پر لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ میری کوتاہی کو معاف فرماویں اور سب کیلئے نافع ومفید بنائیں، آمین۔ فقط

محتاج دعائے خیر:

احقر سید عبدالقدوس ترمذی بقلم خود

متعلم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

مورخہ ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

۱۱ راپریل ۱۹۸۰ء جمعۃ المبارک

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : احکام سفر مؤلف : مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہم سرگودھا
صفحات: ۳۱۹ ناشر: مکتبۃ الحسن ۲۳ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

کتاب ''احکام سفر'' بنیادی طور پر فاضل مؤلف زید مجدہم کے اس مقالہ کا جامع اور سلیس اردو ترجمہ ہے جو انہوں نے دارالعلوم کراچی میں تخصص فی الافتاء کے سال سوم میں بزبان عربی تحریر کیا تھا۔

اس مقالہ میں انہوں نے احکام سفر سے متعلق ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی) کے مسائل کو بڑے بسط وتفصیل دلائل، مناقشات ادلہ اور تمیز الراجح کے ساتھ ذکر کیا ہے، بلا شبہ یہ مقالہ اپنے موضوع پر نہایت مفید اور جامع ہے، احقر نے بالاستیعاب اس پورے مقالہ کا مطالعہ کیا ہے زیر نظر کتاب میں حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کی شائع کردہ عربی تحریر سامی دراصل فقہ حنفی کی روشنی میں لکھے گئے اسی عربی مقالہ سے متعلق ہے۔

افادہ عام کیلئے ضرورت تھی کہ اس مقالہ کے تمام مسائل کو سلیس اردو زبان میں منتقل کیا جائے چنانچہ فاضل مؤلف نے بڑی محنت سے یہ خدمت سرانجام دی اور ''احکام سفر'' کے نام سے ایک جامع ومستند کتاب تیار کردی جس میں ہر مسئلہ باحوالہ کتب درج کیا گیا ہے۔

اس مفید کتاب میں سفر کے آداب ومستحبات، سفر کی مسنون دعائیں، وطن اصلی، وطن اقامت، تعریف سفر ومتعلقہ مسائل، سفر میں نیت کے شرط ہونے کے مسائل، مسافر کیلئے طہارت کے احکام ومسائل، مسافر کیلئے موزوں پر مسح کا حکم، مسافر کیلئے نماز کے مسائل، مسافر کیلئے ایک وقت میں دونمازیں جمع کرنے کا حکم، مسافر کیلئے جمعہ کے احکام، مسافر کیلئے روزوں کا حکم، مسافر کیلئے زکوۃ اور صدقۃ فطر کا حکم، مسافر کیلئے قربانی کا حکم، سفر کے اقسام، عورت کیلئے سفر کے احکام، وطن اقامت کے متعلق فتاوی، سفر بحری کی مسافت شرعیہ پر ایک تحقیق جیسے اہم عنوانات پر مفصل ومدلل کلام کیا گیا ہے۔

بعض مسائل میں علماء عصر کے مابین اختلاف چلا آرہا ہے ایسے مقامات پر فاضل

مصنف نے دونوں فریق کے موقف اور دلائل کو بڑے سلیقہ سے بیان کیا ہے اور ان مسائل میں اپنے رجحان کو ظاہر کرنے کے بعد انہوں نے محاکمہ کی بجائے فیصلہ اہل علم پر ہی چھوڑ دیا ہے۔

سفر بحری کی مسافت شرعیہ سے متعلق مؤلف نے بذات خود بھی اس کی تحقیق کی اور پھر جمہور کے مؤقف کی تائید بڑے مضبوط اور ٹھوس دلائل سے کی ہے اسی طرح وطن اقامت سے متعلق تحقیق کیلئے انہوں نے مختلف آراء کو سامنے رکھ کر اس بارہ میں فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچنے کیلئے بڑا مفصل ومدلل استفتاء مرتب کر کے ملک بھر کے مشہور ومعتمد دارالافتاء میں ارسال کیا اور اس سلسلہ میں اپنے رجحان کے بعد اپنے استفتاء کے جواب آنے والے ارباب فتاویٰ کے جوابات مکمل طور پر کتاب میں شائع کر دیئے ہیں جو کتاب کا اہم اور قیمتی حصہ ہیں ان فتاویٰ میں جامعہ حقانیہ کے دارالافتاء کا جواب بھی شامل ہے الغرض یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت درجہ مفید، جامع اور حضرات علماء ومشائخ کی تقریظات سے مزین ہے، عوام وخواص سب کیلئے یکساں مفید ہے، امید ہے کہ ارباب ذوق اس کی قدر فرمائیں گے، ہمارے خیال میں تمام اہل علم کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے۔ فقط (مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم)

نام کتاب: اسماء اللہ عزوجل قرآن وحدیث کے مطابق مرتب: جناب رشید اللہ یعقوب

ناشر: رحمۃ للعالمین ریسرچ سینٹر مکان نمبر 8 زمزمہ اسٹریٹ 3 زمزمہ کلفٹن کراچی 75600

اسماء حسنٰی عزوجل کے موضوع پر جناب رشید اللہ یعقوب صاحب کی تحقیق اور محنت وکاوش واقعی قابل دید وقابل داد ہے جس میں موصوف نے گیارہ ابواب پر مشتمل تین سو اکہتر (۳۷۱) قرآنی آیات اور تین سو چوالیس (۳۴۴) احادیث مبارکہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے تین سو انیس (۳۱۹) اسماء کو مستند حوالوں کے ساتھ بڑے ہی احسن انداز میں یکجا مرتب کیا ہے اور ساتھ ساتھ مختصر شرح بھی کر دی گئی ہے اور شروع کتاب میں ایک ایسا گوشوارہ بھی درج کیا ہے جس میں ہر قاری بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ کونسا اسم قرآن مجید میں پہلی مرتبہ کونسی سورت میں نازل ہوا اور کل کتنی مرتبہ بطور اسم واسم فاعل کے وارد ہوا اور کونسا اسم مکۃ المکرمہ میں مکی سورتوں اور مدینہ منورہ میں مدنی سورتوں میں نازل ہوا، کتاب اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔ کتاب کی

طباعت رنگین، ٹائٹل دلکش، دیدہ زیب اور ورق عمدہ ہے حقوق طبع بحق ناشر یا مؤلف محفوظ نہ ہونے کے علاوہ بلا قیمت بطور صدقہ جاریہ کے شائع کی گئی ہے۔

نام کتاب: شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

صفحات: ۱۵۴ ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے زندگی کے ہر شعبہ میں اسی اسوۂ حسنہ کی اتباع کا حکم ہے خصائل وشمائل نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشتمل فاضل مصنف مدظلہ کی کئی علمی کاوشیں منظر عام پر آچکی ہیں زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلۃ الذہب کی نویں کڑی ہے اس میں نبی پاک ﷺ کے پانچ صفاتی ناموں کی توضیح وتشریح کے ساتھ ساتھ گزر بسر کے احوال، مدنی زندگی کے آخری لمحات، وصال مبارک کا واقعہ اور اس پر جاں نثاروں کے غم کی کیفیت، مسئلہ خلافت وغیرہ کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں شمائل ترمذی کی ۱۴۷ احادیث کی توضیح وتشریح بھی کی گئی ہے ٹائٹل دیدہ زیب اور طباعت عمدہ ہے۔

نام کتاب: مسائل قربانی مولف: مولانا محمد عبدالمعبود صاحب صفحات: ۲۳۰

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ (سرحد)

زیر تبصرہ کتاب قربانی کے مسائل کے متعلق ہے اس میں مؤلف نے بڑی ہی محنت سے قربانی کے متعلق ہر قسم کے مسائل مفصل ومدلل یکجا جمع کر دیئے ہیں جن کی مسلمانوں کو عام ضرورت پیش آتی رہتی ہے کتاب اپنے موضوع پر عمدہ اور لاجواب ہے اور ہر عام وخاص کیلئے بے حد مفید ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں آمین۔(مظفر مسعود)

....

دعاء مغفرت کی درخواست

جناب مولانا محمد یاسین صاحب ومولانا محمد امین صاحب ساکن ڈھکواں کے محترم چچا جناب حکیم فضل کریم صاحب چک ۱۵ شمالی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔مرحوم بڑے نیک اور انتہائی سادہ وضع کے بزرگ تھے۔حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص متوسلین واصحاب میں سے تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماویں، آمین۔قارئین ماہنامہ ''الحقانیہ'' سے بھی مرحوم کیلئے دعا کی درخواست ہے

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۳/ ربیع الثانی: جامعہ ہذا کے درجہ تخصص فی الفقہ کے طلبہ کا ششماہی تقریری امتحان ہوا، مولانا مفتی محمد محسن صاحب مدظلہ مدرس دار العلوم کبیر والا نے امتحان لیا۔

۲۴/: حضرت صدر جامعہ مدظلہ کا سہ روزہ راولپنڈی واسلام آباد کا سفر ہوا، اس سفر میں جناب قاری عبدالوحید صاحب مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم) مفتی محمد محسن صاحب اور راقم کو حضرت صدر جامعہ کی معیت کی سعادت حاصل رہی، عشاء کے قریب ادارہ غفران راولپنڈی پہنچے، مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہ نے بہت اہتمام سے ضیافت فرمائی اور رات کو کافی دیر تک علمی موضوعات پر گفت وشنید ہوئی۔

۲۵/ المعہد العلوم الاسلامیہ اسلام آباد میں حضرت صدر جامعہ کا آیت مبارکہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی روشنی میں انتہائی بصیرت افروز مفصل بیان ہوا، بعد عصر کہسار مسجد میں سیدی مرشدی حضرت اقدس نواب عشرت علی خان قیصر مدظلہم کی زیارت وملاقات ہوئی جس کی تفصیل ان شاءاللہ عنقریب مجلّہ الحقانیہ میں آرہی ہے، رات کا قیام الندوہ لائبریری چھتر پارک مری میں ہوا۔

۲۶/ ظہر کے بعد ساہیوال سرگودھا کی طرف روانگی ہوئی، دس بجے ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مقیم نزد جامع مسجد حقانیہ کا جنازہ پڑھایا۔

۲۷/ مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ کی طالبات کا امتحان لیا پھر چنیوٹ دار العلوم حقانیہ میں مختصر قیام کے بعد فیصل آباد روانگی ہوئی مولانا محمد طاہر متخصص جامعہ کے مدرسہ میں رات کو جلسہ سے خطاب فرمایا۔

یکم جمادی الاولیٰ: جامعہ ہذا کے شعبہ للبنات میں سنن ابی داؤد کی آخری حدیث پر درس دیا۔

۲/ مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا کے امتحان کیلئے جامعہ ہذا سے اساتذہ کرام تشریف لے گئے، جامعہ ہذا کے درجہ کتب کے تحریری امتحانات ۲۸/ ربیع الثانی سے شروع ہوئے اور ۲/ جمادی الاولیٰ تک جاری رہے، ۳/ جمادی الاولیٰ کو جامعہ ہذا کے درجہ تحفیظ القرآن اور درجہ کتب کا تقریری امتحان ہوا، علوم شرعیہ جھنگ سے علماء وقراء حضرات امتحان کیلئے تشریف لائے۔

۶/ جامع مسجد عمر سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس دیا۔

۹/ مدرسہ مولانا شاہد مسعود صاحب کی دعوت پر سرگودھا میں امتحان کے سلسلہ میں تشریف لے گئے اور امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ کے جنازہ میں شرکت

فرمائی اور حضرت مولانا زاہد الراشدی دامت برکاتہم سے تعزیت کی، اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ کی قبر کو منور فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۱۰/ جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ درس قرآن کریم کیلئے تشریف لے گئے۔

۱۲/ جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ پڑھایا اور عصر کے بعد جامعہ ہذا میں درس قرآن دیا۔

۱۳/ جامعہ حقانیہ چاوے والا میں تقریب حفظ قرآن کریم کے موقع پر بیان فرمایا۔

۱۵/ چک ۱۰۸ اسر گودھا میں بعد نماز عشاء جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۱۸/ فرو کہ بعد نماز ظہر سنگ بنیاد کے سلسلہ میں سفر ہوا۔

۱۹/ جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ پڑھایا اور جامعہ ہذا میں بعد عصر درس قرآن کریم دیا۔

۲۰/ جامعہ ہذا میں ششماہی امتحانات کے نتائج کا اعلان ہوا اور حضرت صدر جامعہ نے اپنے دست مبارک سے تقسیم انعامات فرمائے اور آخر میں طلباء کو ضروری اور مفید نصیحتیں فرمائیں۔

۲۱/ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رمضان صاحب کی زیر صدارت منعقد ہونے والے جلسہ میں مولانا محمود الحسن صاحب کی دعوت پر سرگودھا تشریف لے گئے اور درس قرآن کریم دیا۔

....

موبائل نمبر: 03023305224 \ 03016701340

